تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۔ عَسٰى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل

اخبار ہفتہ میں دوبار
قادیان
فی پرچہ ۱ر

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء) میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۵۱ | مورخہ ۳ رجنوری ۱۹۲۸ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۱۰ رجب ۱۳۴۶ھ | جلد ۱۵

[حضور کی] دمشق کے متعلق اطلاع

۲۴ ردسمبر کو دمشق سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ ... بذریعہ تار مولوی جلال الدین صاحب احمدی مبلغ کے ...نے کی اطلاع موصول ہوئی تھی۔ (اس کے متعلق مفصل ... پرچہ میں دوسری جگہ ملاحظہ ہوں۔) جس پر انگریزی ... کو دریافت حالات کے متعلق تار دیا گیا۔ اس کی طرف ... کوئی جواب نہ ملا لیکن ۲۸ ردسمبر حضور کو دمشق سے حسب ... دوسرا تار موصول ہوا۔

Danger Passed
Details Post

...خطرہ کی حالت گذر گئی ہے۔ تفصیلات بذریعہ ڈاک بھیجی ... ہیں۔

...امید ہے اس اطلاع سے مولوی صاحب کے متعلق احباب کو ...اطمینان حاصل ہوگا۔ احباب دعا کریں۔ کہ خدا تعالےٰ انہیں ... صحت عطا کرے۔ اور اپنی حفاظت میں رکھے۔

سالانہ جلسہ ۱۹۲۷ء کی مختصر روئداد

اللہ تعالےٰ کے احسان اور اس کے خاص فضل وکرم سے جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۱۹۲۷ء ۲۶ ردسمبر سے شروع ہو کر ۲۸ رکو بخیر وخوبی ختم ہوا۔ جلسہ کی خاطر اجتماع ۲۳ ردسمبر بروز جمعہ سے شروع ہو کر ۲۹ ردسمبر جمعہ کے دن تک غیر معمولی طور پر رہا۔ اور اس طرح یہ ہفتہ سالانہ جلسہ کا ہفتہ بن کر مومنین کے ایمان اور ایقان میں اضافہ کرنے کا باعث ہوا۔

۲۳ ردسمبر نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں ہوئی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے مختصر مگر نہایت لطیف خطبہ ارشاد فرمایا جو اسی اخبار میں دوسری جگہ درج کیا گیا ہے۔

۲۴ ردسمبر شام اور سماٹرا سے احمدی مبلغین کے متعلق تار آنے پر حضور نے احباب کو مسجد اقصیٰ میں جمع ہونے کا ارشاد فرمایا۔ ۲ بجے حضور تشریف لائے۔ اور مختصر تقریر کے بعد مبلغین کے لئے دعا فرمائی۔ یہ تقریر بھی دوسری جگہ اسی پرچہ میں درج کی گئی ہے۔

۲۵ ردسمبر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں برادر مکرم سید دلاور شاہ صاحب ایڈیٹر مسلم آوٹ لک کے آنے کی اطلاع پہونچی۔ اور حضور نے احباب کو قصبہ سے باہر جاکر استقبال کرنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ وہی سید دلاور شاہ صاحب ہیں جنہیں چھ ماہ قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ اور ۲۲ ردسمبر کو رہا ہوئے تھے۔

چونکہ جلسہ سالانہ کی تقریب کی وجہ سے ہزاروں احباب قادیان تشریف لا چکے تھے۔ اس لئے بہت سے دوست جناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کی قیادت میں اپنے معزز بھائی کو خیر مقدم کہنے اور استقبال کرنے کی غرض سے بیرون قصبہ گئے۔ امید تھی کہ شاہ صاحب ۲ بجے کے قریب تشریف لے آئیں گے۔ مگر بعض کارکنوں کی غلطی سے ... بٹالہ سٹیشن پر متعین تھے ... شاہ صاحب ... بجے سے قبل نہ آسکے۔ اس وجہ سے بعض دوست جو جلسہ کے انتظامات کے متعلق اپنے فرائض کی سرانجام دہی کیوجہ سے زیادہ ...

فرصت نہ نکال سکتے تھے۔ واپس آگئے۔ مگر پھر بھی ایک اچھا خاصہ مجمع استقبال کے لئے کئی گھنٹے اس جگہ موجود رہا۔ شاہ صاحب کی آمد پر احمدیہ سکول کے سکاؤٹس نے فوجی طرز پر سلامی دی۔ شاہ صاحب نے سب سے مصافحہ اور بعض سے معانقہ کیا۔ پھر احباب کی معیت میں قادیان تشریف لائے اور جناب مفتی محمد صادق صاحب کی خواہش پر ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ جہاں چائے نوش فرمائی۔ نماز عصر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور حضور نے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

یہ جلسہ کے قبل کے بعض ایسے واقعات ہیں جو عام دلچسپی سے تعلق رکھتے ہیں۔ چونکہ ازراہ مہربانی جناب میر محمد اسحٰق صاحب افسر اعلیٰ سالانہ جلسہ نے ایڈیٹر کی تحریک پر جلسہ کے انتظامی امور کے متعلق ضروری رپورٹ تحریر فرمادی ہے۔ اس لئے اس پہلو کو چھوڑ کر جلسہ کی کارروائی اور بعض دوسرے حالات کے متعلق مختصر امور درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

معزز مہمانوں کی آسائش کے لئے والنٹیر امرتسر اور بٹالہ کے سٹیشنوں پر موجود تھے۔ جن کی وجہ سے مہمانوں کو تمام سہولتیں میسر تھیں۔ اور کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ ہوا۔ [illegible] دارالامان میں بھی والنٹیرز اور رضاکار مہمانوں کی خدمت اور ان کے قیام و طعام کے انتظام میں نہایت سرگرمی سے مصروف عمل رہے۔ مہمانوں کو علی الصباح کھانا [illegible] دیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ نو بجے جلسہ گاہ میں حاضر ہو کر تمام کارروائی میں شامل ہو سکیں۔ مہمانوں کی غیر معمولی کثرت اور [illegible] امسال جلسہ کی ایک خصوصیت تھی۔ حاضرین کا ہجوم [illegible] تھا۔ کہ تیار کردہ جلسہ گاہ ناکافی ثابت ہوئی۔ اور خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی تقریر کے وقت اس قدر کثرت تھی۔ کہ لوگ جگہ نہ ملنے کی وجہ سے جلسہ گاہ سے باہر کھڑے [illegible] پر حضور نے اظہار افسوس فرماتے ہوئے ذمہ دار کارکنوں کو توجہ دلائی۔ اور منتظمین نے اس قدر ہمت اور کوشش سے کام لیا۔ کہ ۲۷ دسمبر کی کارروائی ختم ہونے کے بعد راتوں رات جلسہ گاہ کو پہلے سے بہت وسیع کر دیا۔ اور صبح جلسہ گاہ میں آنے والوں کو وہ بہت فراخ نظر آئی۔ اس پر حضرت اقدس نے بھی اظہار خوشنودی فرمایا۔ جلسہ گاہ کی تیاری میں ساری رات مدرسہ احمدیہ کے طلباء اور دیگر اصحاب مصروف رہے [illegible] شہتیریاں اٹھا کر لائے اینٹیں اور گارا بہم پہنچایا [illegible] طرح جوش اور محنت سے کام کیا۔ ان کام کرنے والوں میں صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد سلمہ اللہ تعالےٰ ابن حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بھی تھے۔ خدا تعالےٰ ان کی عمر میں برکت

۲۶ دسمبر ۱۹۲۷ء کی کارروائی

پہلے دن جلسہ کی باقاعدہ کارروائی شروع ہونے سے قبل جناب مفتی محمد صادق صاحب نے ہالینڈ۔ امریکہ۔ انگلینڈ اور برہما کے احمدی احباب کی طرف سے حاضرین جلسہ کو السلام علیکم پہنچایا۔ اس کے بعد حافظ عبید اللہ صاحب مرحوم شہید بارشیس کے صاحبزادے نے جن کی عمر ۹-۱۰ سال ہوگی۔ عمدگی سے تلاوت قرآن کریم کی۔

جلسہ کا افتتاح حضرت اقدس خلیفۃ المسیح نے ایک بصیرت افروز تقریر سے فرمایا۔ جو کہ دوسری جگہ درج ہے۔ اس کے بعد حضور دیگر کاموں کی سرانجام دہی کے لئے جلسہ گاہ سے تشریف لے گئے۔ اور کارروائی زیر صدارت خان صاحب منشی فرزند علی صاحب شروع ہوئی۔ حافظ جمال احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اور جناب ناظر صاحب ضیافت کی طرف سے خان صاحب موصوف نے خطبہ استقبالیہ ارشاد فرمایا۔ کیونکہ ناظر صاحب بوجہ عدیم الفرصتی حاضری سے قاصر تھے۔ خانصاحب کا خطبہ نہایت مناسب اور برمحل تھا۔

اس کے بعد جناب حافظ روشن علی صاحب نے فضائل نبوی نہایت احسن اور دلآویز پیرایہ میں بیان فرمائے۔ اور ایسی خصوصیات بیان فرمائیں۔ جو سوائے آنحضرت صلعم کے کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتیں۔

پھر جناب شیخ محمد یوسف صاحب نے ویدوں کی تعلیم اور موجودہ ہندو مذہب کے عنوان سے ایک نہایت دلچسپ تقریر فرمائی۔ اور ویدوں کے حوالجات سے ثابت کیا کہ موجودہ ہندو مذہب کو قدیم ویدک دھرم سے دور کی بھی نسبت نہیں۔ شیخ صاحب کی تقریر بہت پسند کی گئی۔ اس کے بعد نماز کیلئے پہلا اجلاس برخاست ہوا۔ اور ۲ بجے زیر صدارت جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب دوسرا اجلاس شروع ہوا۔ جناب مفتی محمد صادق صاحب نے مسئلہ تثلیث پر نہایت دلچسپ تقریر فرمائی۔ اور بتایا کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی تردید کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ خود عیسائی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ان کے پاس اس کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں۔ آپ کی تقریر بھی بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنی گئی۔ آپ کے بعد حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری کی تقریر بعنوان "جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام" کے لئے وقت تھا۔ مگر حکیم صاحب گلے کی خرابی کے باعث بلند آواز سے تقریر نہ کرسکے۔ اور تھوڑی دیر تقریر کرنے کے بعد بیٹھ گئے۔ چونکہ یہ اس اجلاس کی آخری تقریر تھی۔ اور جلسہ کا وقت ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ اس لئے کسی تقریر کرنے والے کی تلاش شروع ہوئی۔ آخر مولوی عبد السلام صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح اول نے تربیت اولاد کے متعلق تقریر کی۔ جس پر وقت ختم ہو جانے کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

۲۷ دسمبر ۱۹۲۷ء کی کارروائی

۲۷ دسمبر کو پہلا اجلاس زیر صدارت جناب عبد الماجد صاحب بھاگلپوری شروع ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد جو مولوی غلام احمد صاحب اختر [illegible] مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب نے سیرۃ مسیح موعود پر تقریر فرمائی جس میں حضور کے بعض سوانح [illegible] کرکے حاضرین کے ایمان میں تر و تازگی پیدا کی۔

اس تقریر کے بعد جناب مفتی محمد صادق [illegible] ہاتھ پر دو عیسائی اور ایک ہندو مشرف با[سلام ہوئے]۔ سید محمد سرور شاہ صاحب کے بعد جناب چوہدری [illegible] صاحب بیرسٹر و ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب نے دیہاتی ذرائع پر ایک نہایت ہی مفید اور منفعت بخش [تقریر کی] جس میں دیہاتیوں کی تمدنی۔ اقتصادی اور اخلاقی [حالت] کی اصلاح کے لئے نہایت مفید اور ضروری مشورے [دئے] جن پر اگر دیہاتی بھائی عمل پیرا ہوں۔ تو وہ عام [نقصانات سے] بچنے کے علاوہ اپنی ہر حالت میں نمایاں ترقی کر [سکتے ہیں۔ آپ] کی تقریر نہایت سلیس اور عام فہم تھی۔

جناب چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کے بعد [جناب نیر] صاحب نیر سٹیج پر تشریف لائے۔ اور ہندوؤں کا [illegible] اس کے مقابلہ کا طریق" کے عنوان سے ایک نہایت [پر جوش] اور پر جوش تقریر فرمائی جس میں بتایا۔ کہ [illegible] ہندوؤں نے جو خطرناک یورش اسلام اور [illegible] اس کا مقابلہ مسلمان کس طرح کر سکتے ہیں۔

جناب نیر صاحب کی تقریر کے بعد پہلا اجلاس [نماز] عصر کے لئے برخاست ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح [illegible] اس پر حضور سٹیج پر رونق افروز ہوئے۔ جناب حا[فظ illegible] صاحب کی تلاوت قرآن کریم کے بعد منشی قاسم علی [صاحب] قادیانی نے ایک دلکش نظم سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ [illegible] ایک ملکانہ بچہ نے جس کی عمر صرف سات آٹھ سال [illegible] قرآن کریم کے بعد ایک برجستہ تقریر کی۔ جس میں جماعت [احمدیہ کی] خدمات جو ملکانہ قوم کے متعلق ہیں۔ شکریہ ادا کیا۔ اور [illegible] اسلام سے آئندہ ترقی اور آریوں کی ناکامی کا ذکر تھا۔

تقریباً تین بجے حضرت خلیفۃ المسیح تقریر کیلئے کھڑے ہوئے [illegible] ان امور کے متعلق جو جماعت کو دوران سال میں پیش آئے [illegible] آئندہ پروگرام کے متعلق ایک بیش قیمت تقریر فرمائی۔ حضور نے [illegible] ریزرو فنڈ کے متعلق جب یہ فرمایا۔ کہ اگر سو آدمی ایسے [illegible] جائیں۔ جو ایک سال پچاس سو سے لیکر ایک ہزار روپیہ تک [illegible] اور سو ایسے کھڑے ہو جائیں۔ جو ہزار سے لیکر پانچ ہزار تک [دیں] تو ایک خاصی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ اس پر احباب نے اس [illegible] اپنے نام لکھانے شروع کئے جن سے تھوڑی دیر میں کثیر رقم [illegible] حضور کی اس تقریر کا [illegible] خلاصہ ہم آئندہ [illegible] میں درج کریں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۳ جنوری ۱۹۲۸ء

جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی افتتاحی تقریر

حضرت مسیح موعود کی آواز پر لبیک کہنے والوں کا اجتماع

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۶ دسمبر کو سالانہ جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے دعا سے قبل حسب ذیل تقریر فرمائی۔ (ایڈیٹر)

تمام احباب اس امر سے آگاہ ہیں۔ کہ ہمارا اس جگہ جمع ہونا صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اس کے دین کی اشاعت کے لئے اور اس کے کلمہ کے اعلاء کے لئے اور اس کے بھیجے ہوئے اسلام کے غلبہ کے لئے ہے۔ یہ مقام نہ کوئی سیر و تفریح کا مقام ہے۔ نہ اس جگہ جمع ہونا ہماری تمدنی یا سیاسی ضروریات کو پورا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ یہ جگہ ریل سے اور مرکزی مقاموں سے دور ہے۔ خواہ وہ علمی لحاظ سے ہوں۔ یا سیاسی لحاظ سے یا تمدنی لحاظ سے۔

غرض یہ ایک بستی ہے۔ جو دنیوی ساز و سامان کے لحاظ سے اپنے اندر کسی قسم کی کشش نہیں رکھتی۔ اس لئے آپ لوگ اگر جمع ہوئے ہیں۔ تو صرف اس لئے کہ یہاں سے خدا تعالےٰ کے ایک بندہ کی آواز اٹھی۔ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے احیاء اور اس کو تقویت دینے کے لئے اپنے ایک بندہ کو کھڑا کیا۔ ایک بچہ، ایک کمزور بچہ اگر ایک بلند مینار پر کھڑا ہو کر شہر کے قوی جوانوں اور مضبوط و طاقتور پہلوانوں کو للکارے۔ اور کہے کہ میں سب کو پچھاڑنے کے لئے تیار ہوں۔ تو بے شک یہ بات ہنسی کے قابل ہو گی۔ مگر اس انسان کی بات اس سے بھی زیادہ ہنسی کے قابل ہو گی جس کے اپنے بھی دشمن ہوں۔ اور پرائے بھی۔ جس کے رشتہ دار بھی اس سے علیحدہ ہو چکے ہوں۔ اور جسے ارد گرد کے گاؤں کے لوگ بھی نہ جانتے ہوں۔ جسے اکہ اس کے اپنے قصبہ کے رہنے والے لوگ بھی اس سے واقف نہ ہوں۔ مگر وہ یہ کہے۔ کہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں۔ اور میں لوگوں کو ہدایت دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس کی بات پر اس کے رشتہ داروں نے نفرت کی ہنسی ہنسی۔ اس کے گاؤں والوں نے نفرت کا اظہار کیا۔ اس کے ملک والوں نے حقارت آمیز تبسم سے اسے دیکھا اور اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ اور کہا۔ تعجب ہے۔ اس تعلیم کے زمانہ میں بھی ایسے مجنون پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر اس نے کسی کی حقارت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور نہ دنیا کی عزت کو کوئی وقعت دی۔ بلکہ اس آواز کی تعمیل میں جو آسمان سے بلند ہو رہی تھی۔ اور جو اسے کہہ رہی تھی۔ کہ اٹھ کھڑا ہو۔ ساری دنیا کے مقابلہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ خود اپنی اس جسارت پر حیران تھا۔ وہ خود اپنی کمزوری اور بے کسی کو محسوس کرتا تھا۔ وہ دنیا کی مخالفت اور عداوت سے آگاہ تھا۔ وہ کوئی مجنون نہ تھا۔ وہ جاہل نہ تھا۔ وہ ناتجربہ کار نہ تھا۔ اس کا علم۔ اس کا تجربہ۔ اس کی عقل۔ اس کی سمجھ اسے بتا رہی تھی۔ کہ وہ ایک کمزور اور ناتوان ہستی ہے۔ اس میں کوئی زور اور طاقت نہیں ہے دنیا کی ساری طاقتیں اس کے خلاف ہیں۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ کیونکہ اس کا سب سے پیارا آقا اور سب سے بڑا محسن اسے کہہ رہا تھا۔ کہ اُٹھ اور دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا ہو جا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حالت اور اس کیفیت کا اندازہ اس نوٹ سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو آپ نے اپنی ایک پرائیویٹ نوٹ بک میں لکھا اور جسے بعد میں نوٹ بک سے لیکر شائع کر دیا۔ وہ تحریر آپ نے دنیا کو دکھانے کے لئے نہ لکھی تھی۔ کہ کوئی اس میں کسی قسم کا تکلف اور بناوٹ خیال کر سکے۔ وہ ایک سرگوشی تھی اپنے رب کے ساتھ۔ اور وہ ایک عاجزانہ پکار تھی اپنے اللہ کے حضور۔ جو لکھنے والے کے قلم سے نکلی۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور پہونچی۔ آپ نے وہ تحریر نہ اس لئے لکھی تھی کہ وہ دنیا میں پہونچے۔ اور نہ پہونچ سکتی تھی۔ اگر میرے ہاتھ میں اللہ تعالےٰ اپنی مصلحت کے ماتحت نہ ڈال دیتا اور میں اسے شائع نہ کر دیتا۔

اس تحریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ اے خدا میں تجھے کس طرح چھوڑ دوں۔ جبکہ تمام دوست و غمخوار مجھے کوئی مدد نہیں دے سکتے۔ اس وقت تو مجھے تسلی دیتا اور میری مدد کرتا ہے۔ (مفہوم)

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی حالت میں آواز اٹھائی۔ اور اسی جگہ قادیان سے اٹھی۔ جو آہستہ آہستہ گونج پیدا کرتی گئی۔ بلند سے بلند تر ہوتی گئی حتےٰ کہ دنیا کے کناروں تک پہونچ گئی۔ یہ آواز اسی طرح گذری۔ جس طرح ایک جنگل یا بیابان جس میں کثرت سے سرکنڈے ہوں۔ ہوا گذرتی ہے۔ سرکنڈوں سے ٹکرا کر ہوا سے سیٹی کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ سرکنڈے اس کا مقابلہ کرتے اور اُسے گذرنے نہیں دیتے۔ اس وقت ہوا چلاتی اور آواز پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز دنیا میں سے گذری۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ دنیا میں سرکنڈے ہی سرکنڈے بھرے پڑے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز ایک ہلکی سی چیخ تھی۔ جو گونج پیدا کرتی گئی۔ وہ دنیا کی نظروں میں دیوانے کی بڑ سمجھی جاتی تھی۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی پھونکی ہوئی روح تھی۔ اس لئے اس نے مُردوں کو زندہ کرنا شروع کیا۔ اور جس طرح مٹی سے برتن بنائے جاتے۔ اور جب ان پر ہاتھ مارا جاتا ہے ٹھن کی آواز نکلتی ہے۔ اسی طرح جب مٹی میں خدا تعالیٰ کی روح پھونکی گئی تو اس سے وہ انسان بنا جس نے ساری دنیا پر اور اس کی تمام چیزوں پر حکومت کی۔ بعینہٖ اسی طرح وہ آواز اُٹھی۔ اور دنیا میں اسی طرح گذری جس طرح سرکنڈوں میں سے ہوا گذرتی ہے لیکن چونکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے تھی۔ اس لئے سرکنڈوں نے ہی شکلیں بدلنی شروع کیں۔ اور ان سے انسان کی شکلیں بننی شروع ہو گئیں۔ اس طرح کبھی ایک طرف انسان کی شکل بنی۔ کبھی دوسری طرف۔ کبھی یہاں انسانی شکل بنی۔ کبھی وہاں۔ اور اس طرح گویا دوبارہ دنیا میں ایسے انسان پیدا ہوئے۔ جو خدا تعالےٰ کی آواز کو دنیا میں بلند کریں۔ (باقی صفحہ ۶۔ کالم ۳)

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظیم الشان اجتماع کیلئے تیاری

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۳- دسمبر ۱۹۲۷ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

مومن انسان ہر ایک بات سے سبق حاصل کرتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کی صفات اور قدرتوں کو ہر ایک چیز میں دیکھتا ہے۔ اور اس بات کو خوب سمجھتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز لغو نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ دنیا میں ہر جگہ انسانوں کے لئے نشانات مقرر کئے گئے ہیں۔ جدھر بھی انسان جاتا ہے۔ وہاں

ہدایت اور بصیرت

کے لئے ایسے نشانات موجود ہوتے ہیں۔ جن کو دیکھکر وہ اور عبرت حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو ان نشانات کو دیکھتے ہیں۔ مگر ان سے کچھ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ایک چیز ان کے سامنے موجود ہوتی ہے۔ لیکن اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریق

تھا کہ آپ ہر جگہ اور ہر موقعہ سے اس کے مطابق عبرت حاصل کرتے اور صحابہ کو اس طرف توجہ دلاتے۔ ایک دفعہ جنگ کے لئے جارہے تھے۔ کہ رستہ میں ایک ایسی قوم کے کھنڈر پڑے۔ جس پر خدا تعالےٰ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا۔ لوگ اس جگہ آرام سے بیٹھے اور کھانے پکانے کی تیاریاں کررہے ہیں۔ ان کھنڈرات کو دیکھ کر آپ پر گہرا اثر ہوا۔ اور آپ نے صحابہ سے فرمایا۔ یہاں خدا تعالےٰ کا عذاب نازل ہوا ہے۔ یہاں سے خشیت پیدا ہونی چاہیئے۔ اور فرمایا۔ یہاں سے جلدی سامان اُٹھا لو۔ اور نکل چلو۔ اس وقت جو لوگ آٹے میں پانی ڈال چکے تھے۔ انہیں فرمایا۔ آٹا پھینک دو۔ غرض اس جگہ سے آپ نے جلدی چلنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا جہاں خدا کا عذاب نازل ہُوا ہو۔ وہاں نہیں ٹھیرنا چاہئے۔

خدا کا عذاب

صرف اسی خاص جگہ نازل نہیں ہُوا تھا۔ ہر جگہ اور ہر بستی میں ایسے مقام نظر آسکتے ہیں جو خدا تعالےٰ کے غضب کے مورد ہو چکے ہیں۔ کئی گھر ایک جگہ ایسے آباد نظر آتے ہیں۔ کہ سارا گاؤں یا سارا شہر ان کی آبادی پر حیرت ظاہر کرتا ہے۔ مگر ان پر ایسی تباہی آتی ہے۔ کہ کوئی انسان ان میں باقی نہیں رہتا۔ اس خاندان کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ اس کے آثار بالکل ناپید ہو جاتے ہیں۔ ایسے گھروں سے بھی انسان عبرت حاصل کرسکتا ہے۔ مگر ہمیں گھروں کو بھی دیکھنے کی ضرورت نہیں اگر اپنی حالت پر ہی نظر ڈالیں۔ اگر ہم صرف یہی دیکھیں۔ کہ

ہم کیا چیز تھے

اور اب کیا ہیں۔ تو صاف نظر آجاتا ہے۔ کہ مسلمان

ایک مٹا ہُوا نشان

ہے۔ آج ہی میں نے ان عورتوں کو جو جلسہ کی کارکن ہیں اور جنہوں نے عورتوں کے متعلق جلسہ میں انتظام کرنا ہے۔ نصیحت کرتے وقت کہا تھا۔ ہمارے لئے کیسی عبرت کی جگہ ہے۔ کہ ہندوستان وہ ملک ہے۔ جہاں چھ سو سال تک ایک مسلمان چپڑاسی کی بھی کوئی ہتک کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اب یہی ملک ہے۔ جہاں ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری شنوائی کے حلقہ کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی گالیاں دیجاتی۔ اور ہمیں بھی برا بھلا کہا جاتا ہے۔ مگر ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ پھر کیا

ہندوستان کی چپہ چپہ زمین

ہمارے لئے عبرت کی جگہ نہیں ہے؟ پس ہمارے اپنے وجود ہی ہمارے لئے عبرت کی جگہ ہیں۔ ہم ان باپ دادوں کی اولاد ہیں۔ ان کی کہ جو اُٹھے۔ تو کوئی طاقت ان کے مقابلہ میں نہ ٹھیر سکی۔ اور جب اونہوں نے اپنی گردنیں اونچی کیں۔ تو دنیا کی گردنیں ان کے آگے جھک گئیں۔ مگر اب

ہر شعبۂ زندگی

میں مسلمان ذلیل اور خوار ہو رہے ہیں۔ اگر مسلمان زمینداری کرتے ہیں۔ تو اس میں گرے ہوئے ہیں۔ اگر تجارت کرتے ہیں۔ تو اس میں گرے ہوئے ہیں۔ اگر ملازمت کرتے ہیں تو اس میں گرے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی پہلو ایسا نہیں۔ جس میں وہ ترقی کررہے ہوں۔ میں پچھلے دنوں شملہ گیا تو دیکھا۔ کہ ایک بازار جہاں سب مسلمانوں کی دوکانیں تھیں۔ وہاں اب صرف دو دوکانیں مسلمانوں کی رہ گئی تھیں۔ باقی ہندوؤں اور سکھوں کے قبضہ میں جا چکی تھیں۔ اور یہ وہ لوگ تھے۔ جو مسلمانوں کی دوکانوں پر ان کے ملازم تھے۔ اب مسلمان کرائے کی دوکانوں میں رہتے ہیں۔ اور دوکانیں ان کے ملازموں نے خرید لی ہیں۔ یہ تبدیلی اور یہ تغیر ایسا عام تغیر ہے۔ جو مسلمانوں کے ہر فرد پر حاوی اور ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ اس کے لئے کسی خاص تباہ شدہ مکان، یا زمین کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہر مسلمان کا

اپنا نفس عبرت کی جگہ

ہے۔

آج ہندوستان میں وہ لوگ نہایت ذلت کی حالت میں پائے جاتے ہیں۔ جن کے باپ دادوں کے سامنے بڑے بڑے لوگوں کی روحیں کانپتی تھیں۔ اس وقت اکبر اور جہانگیر کی اولاد موجود ہے۔ جن کے سامنے بڑے بڑے راجے مہاراجے جو اس وقت بھی اپنے آپ کو بہت بڑے سمجھتے تھے۔ اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ اور جو اس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس میں دوسروں سے چھوت چھات کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ اور جو دوسروں کے چھونے سے اپنے آپ کو بھرشٹ اور ناپاک قرار دیتے ہیں۔ اس مذہب کے ماننے والوں نے مسلمانوں کے ساتھ کھانا پینا ہی قابل فخر نہ سمجھا۔ بلکہ اپنی بیٹیاں پیش کیں۔ آج ان کی اولاد کو کوئی پوچھتا تک نہیں۔ اور نہایت ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا ہے۔

پس اس وقت

ہر مسلمان عبرت کا مقام ہے۔

اگر وہ اپنے آپ سے عبرت حاصل کرنا چاہے۔ تو حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے۔ کہ مسلمان اب بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ وہ اب بھی ایک

خیالی بہشت

میں بستے ہیں۔ اور ایک وہمی بہشت میں دن رات گذارتے ہیں۔ جس کا کوئی وجود دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ وہ باوجود تمام قسم کی کمزوریوں میں مبتلا ہونے کے اپنی طاقتوں کے خواب دیکھتے ہیں اور تمام ذلتوں میں مبتلا ہونیکے باوجود اپنے آپکو سب سے زیادہ معزز سمجھتے ہیں۔ اگر اس خیالی بہشت کیساتھ ان میں عمل کی طاقت بھی پائی جاتی اور وہ کوشش بھی کرتے۔ تو میں انکے خیال کو بابرکت سمجھتا۔ مگر اسکے ساتھ ان میں حد درجہ کی سستی اور کاہلی پائی جاتی ہے۔ جو ایک عذاب ہے۔ مسلمانوں میں سے جن لوگوں کے دلوں میں یہ یقین ہے۔ کہ وہ معزز ہیں۔ ان میں اگر طاقتیں پائی جاتی ہیں وہ نکمے اور

سستی اور کاہلی کے مجسمے

ہیں۔ اور جو کام کرنے والے ہیں۔ وہ اس حد تک مایوس ہو چکے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں۔ اب مسلمان کسی صورت بھی تباہی سے نہیں بچ سکتے گویا ایک قسم کے لوگ اگر ایک جہنم میں مبتلا ہیں۔ تو دوسری قسم کے لوگ دوسرے جہنم میں

اس

ابتلا اور مصیبت کے زمانہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے اس لئے مبعوث فرمایا۔ کہ مسلمانوں کو اس جہنم سے نکالیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ پہلا آدم آیا۔ تو اس کے وقت بنی نوع کو جنت سے نکلنا پڑا۔ مگر مجھے خدا نے آدم بنا کر اس لئے بھیجا ہے۔ کہ دوبارہ بنی نوع کو جنت میں داخل کروں۔ اسی طرح آپ نے فرمایا ہے جب پہلا مسیح آیا۔ تو اسے صلیب پر چڑھایا گیا۔ مگر دوسرا مسیح اس لئے آیا ہے کہ صلیب کو توڑے۔

پس اس وقت

اسلام کی زندگی

اور اسلام کے جاہ و جلال کا مدار اگر کسی چیز پر ہے۔ تو اس پودے پر جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ سے گاڑا۔ اب ہمارے سامنے دو تین دن کے بعد ایک

اجتماع کی صورت

پیدا ہونے والی ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم کردہ نظام کے ماتحت جلسہ ہونے والا ہے اس کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ لیکن یہ جلسہ بھی ہمارے لئے بہت کچھ عبرت کا سامان اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر چند ہزار لوگوں کے جمع ہونے کے لئے اتنی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے سینکڑوں لوگ اس میں لگ جاتے ہیں۔ تو پھر سوچ لو۔ وہ

عظیم الشان اجتماع

جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ ہوتا ہے۔ اور جس میں مشرق و مغرب کے لوگوں نے جمع ہونا ہے۔ اس اجتماع کی تربیت اور اس کے نظام کے قیام کے لئے کتنا انتظام کرنا چاہیئے۔ مگر جب جماعت حال کے اجتماع کا پورے طور پر انتظام نہیں کر سکتی۔ تو مستقبل جو بہت بڑا ہے۔ اس کے انتظام کے وقت کیا کریگی۔ دس بارہ پندرہ ہزار کا اجتماع کوئی غیر معمولی اجتماع نہیں۔ مگر اس کے لئے بھی اگر تیاری نہ کریں۔ تو ناکامی ہو۔ پھر کیا لاکھوں کروڑوں کے لئے نہیں۔ بلکہ اربوں کے اجتماع کے لئے جو خدا تعالےٰ کی پیشگوئیوں کے ماتحت جماعت میں داخل ہونے والے ہیں۔ کتنی بڑی تیاری۔ کتنی بڑی مشق اور کتنے بڑے سامان کی ضرورت ہے۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ ابھی حال کی الجھنوں سے ہی نہیں نکلتے۔ تو اس وقت کی ضرورتوں سے کس طرح عہدہ برآ ہوں گے۔ اس وقت بھی پوری اور مکمل تیاری نہیں کر سکتی کہ آئندہ کی تیاری۔

پس میں اپنے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے سبق حاصل کریں۔ اور اپنے وجودوں سے

عبرت

حاصل کریں۔ اللہ تعالےٰ بہت کچھ کرنے والا ہے۔ مگر ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنے ایمان سے کام لیں۔ اور ایمان تازہ کرکے پیشتر اس آنے والے نظارہ کو دیکھ لیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ غفلت میں پڑے رہیں۔ حضرت مسیح نے فرمایا ہے۔ دولھا آنے والا ہے۔ مگر وہ اچانک آئیگا تا دیکھے کون سوتے ہیں۔ اور کون جاگتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے فتوحات

اچانک آجاتی ہیں۔ اور جب لوگ نا امید ہو جاتے ہیں اس وقت فتوحات کے دروازے کھولے جاتے ہیں ایسی حالت میں بہت لوگ غفلت کی وجہ سے مارے جاتے ہیں۔ اور وہی وقت جو فتح اور کامرانی کا ہوتا ہے بہتوں کے لئے بے ایمانی کا ہوتا ہے۔ دیکھو ایک شہر کے لوگ اگر بادشاہ کے آنے پر اس کا استقبال نہیں کرتے۔ تو کس طرح اس کے غضب کے مورد ہوتے ہیں۔ پس اگر دنیا کے بادشاہ کا استقبال نہ کرنے والے غضب کے مورد بنتے ہیں۔ تو وہ نشان جن کو خدا تعالےٰ نے اپنا آنا قرار دیا ہے۔ ان سے غفلت کرنے والے کس قدر غضب کے مستحق ہوں گے۔ خدا تعالےٰ نے نشان کے آنے کو اپنا آنا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہٗ دوسری جگہ آتا ہے۔ فاتی اللہ بنیانھم

پس جس طرح خدا کے آنے پر تیاری نہ کرنے والا غضب کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح اس کے بشارتی نشان کے آنے پر تیار نہ ہونے والا غضب کا مستحق ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نشان کے ذریعہ ہی آتا ہے۔ خواہ وہ نشان ترقی کا ہو۔ یا تباہی کا۔ کیونکہ وہ غیر مادی ہے۔ پس اس کے

استقبال کے لئے پہلے سے تیاری

کرنی چاہیئے۔ جو پہلے تیاری نہیں کرتے۔ وہ وقت پر غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ اور خدا کے غضب کے نیچے آجاتے ہیں۔ تم لوگ اللہ کے نشانوں کی قدر کرو۔ اور ان کے لئے تیاری کرو۔ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کو توفیق دے۔

دمشق اور سماٹرا کے مبلغین کیلئے دعا

مولوی جلال الدین صاحب کے متعلق تشویشناک اطلاع

۲۴ دسمبر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو دو تار ایک دمشق سے اور دوسری سماٹرا سے موصول ہوئے۔ دمشق کے تار میں مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل احمدی مبلغ کے کسی شقی القلب انسان کے ہاتھوں زخمی ہونے کی اطلاع تھی۔ حضور کے ارشاد کے ماتحت اس تار کا اعلان اسی وقت بورڈ پر لکھ کر لگا دیا گیا۔ جس میں مولوی جلال الدین صاحب کی صحت و عافیت کے لئے دعا کی تحریک بھی کی گئی۔ پھر حضور نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ احباب مسجد اقصیٰ میں جمع ہوں جہاں مل کر دعا کی جائے گی۔ حضور نے ۲ بجے تشریف لانے کا ارشاد فرمایا۔ احباب کی ایک کثیر تعداد جن میں جلسہ کے لئے تشریف لانے والوں کی بھی ایک خاصی تعداد تھی۔ مسجد میں جمع ہو گئے۔ حضور ٹھیک ۲ بجے مسجد میں رونق افروز ہو گئے۔ اور ممبر پر کھڑے ہو کر حسب ذیل مختصر تقریر فرمائی۔

آج دو تاریں دو مختلف علاقوں کے مبلغوں کی طرف سے آئی ہیں۔ چونکہ وہ ایک رنگ میں قومی اہمیت رکھتی ہیں اس لئے میں نے دوستوں کو اس جگہ جمع کیا ہے۔ تاکہ انہیں سنائی جائیں۔ اور احباب مل کر دعا کریں۔ ایک تار تو شام سے آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا ہے۔ کہ مولوی جلال الدین صاحب پر جو کہ ہمارے شام کے مبلغ ہیں۔ کسی نے حملہ کیا ہے۔ اور خنجر سے زخمی کر دیا ہے۔ ابھی یہ تفصیل معلوم نہیں ہوئی۔ کہ انہیں کیسے زخم آئے ہیں معمولی ہیں یا سخت۔ لیکن بہر حال ایسے موقعہ پر جبکہ حملہ کرنے والے کی نیت قتل ہو۔ یہی خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی طرف سے سخت زخمی کرنے میں کمی نہ کی ہوگی۔ پس گو تفصیل ابھی نہیں آئی۔ اس لئے یہی خیال آتا ہے۔ کہ زخم سخت ہوں گے۔ لیکن ممکن ہے۔ زخم سخت نہ ہوں۔ تاہم جب جوش اور غضب کی آگ بھڑکی ہوئی ہو۔ اور ایک حملہ اگر ناکام رہے۔ تو دوسری دفعہ بھی خطرہ ہوتا ہے۔ چونکہ حکومت ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ اس لئے ہم ایسے حملوں کا اندفاع طاقت سے نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کریں۔ کہ وہ اپنے فضل سے ہمارے مبلغین کی جانوں کی حفاظت کرے۔ اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھے۔

ایک عرصہ سے شام کے حالات مخدوش ہو رہے تھے اس وقت تک جو لوگ احمدی ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک کو قتل کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ ہمارے ایک دمشق کے دوست جو اس مجلس میں بھی بیٹھے ہیں (برادر احسان حقی صاحب) ان کے ایک بھائی جو بہت مخلص احمدی ہیں۔ ان کے متعلق مولوی جلال الدین صاحب نے لکھا تھا۔ کہ انہیں تین چار آدمیوں نے جن کے پاس خنجر تھے۔ ایک دن شہر سے باہر روک لیا۔ اور کہا یا تو احمدیت سے توبہ کرو ورنہ قتل کر دیں گے۔ اسی طرح اور احمدیوں کے متعلق انہوں نے لکھا تھا۔ کہ انہیں قتل کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ پچھلے ہفتہ کی ڈاک میں جو خط آیا۔ اس میں ذکر تھا۔ کہ علماء نے کہا ہے۔ گورنمنٹ احمدیوں کے متعلق کچھ نہیں کرتی ہمیں خود ان کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اور ان کو قتل کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ پہلے انہوں نے گورنمنٹ کو احمدیوں کے خلاف بہت کچھ کہا۔ اور ملک سے نکال دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر گورنمنٹ نے اس معاملہ میں دخل نہیں دیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے۔ کہ فرانسیسی گورنمنٹ ہے۔ اسے ذاتی طور پر احمدیوں کے ساتھ احمدی ہونے کی وجہ سے کوئی دشمنی اور عداوت نہیں ہو سکتی۔ دوسرے وہاں پادری بھی اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کے خلاف جب لوگوں نے گورنمنٹ سے شکایت کی۔ تو گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ ان کو نہ تو ملک سے نکالا جاتا ہے۔ نہ تبلیغ سے روکا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو ان کی باتوں کا جواب دینا چاہیئے۔ جب گورنمنٹ پادریوں کے متعلق یہ فیصلہ کر چکی ہے۔ تو اس کے لئے مسلمان کہلانے والے مبلغوں کو ملک سے نکال دینا مشکل امر ہے۔

مولوی جلال الدین صاحب کے خط میں ذکر تھا کہ مولویوں نے جب احمدیوں کو مارنے کا فتویٰ دیا۔ تو لوگوں نے انہیں کہا۔ پادریوں کے متعلق بھی یہی فتوے دیا گیا تھا۔ مگر کسی نے کچھ نہ کیا۔ اب کس طرح کرو گے۔ انہوں نے کہا۔ پادریوں کے متعلق مشکلات تھیں۔ مگر اب کر لیں گے۔ بات یہ ہے کہ پادری ایک تو مالدار ہونے کی وجہ سے اپنی حفاظت کے لئے بہت کچھ سامان کر سکتے ہیں۔ پھر پادری فرانسیسی ہیں۔ ان کو مارنے کی وجہ سے یہ ڈر تھا کہ گورنمنٹ ناراض ہو جائے گی۔ اور انتقام لے گی۔ اس وجہ سے پادریوں پر ہاتھ نہ اٹھا سکے۔

غرض مولوی جلال الدین صاحب کی پچھلی رپورٹوں سے معلوم ہو رہا تھا۔ کہ مولویوں کی طرف سے ان پر قاتلانہ حملہ کی تجویز ہو رہی ہے۔

دوسرا تار پڈانگ علاقہ سماٹرا سے آیا ہے۔ مولوی رحمت علی صاحب مولوی فاضل وہاں تبلیغ کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ وہاں ایک بہت بڑا مباحثہ قرار پایا ہے۔ جو آج یا کل سے شروع ہو گا۔ کئی سو علماء سارے علاقہ سے اکٹھے ہوئے ہیں۔ خدا کے فضل سے وہاں جماعت قائم ہو گئی ہے کئی بارسوخ اور مالدار لوگ داخل ہو چکے ہیں۔ جب مولویوں نے دیکھا۔ کہ جماعت مضبوط ہو رہی ہے۔ تو پہلے انہوں نے یہ کوشش کی۔ کہ گورنمنٹ کو احمدیوں سے بدظن کریں۔ اس کے لئے انہوں نے احمدیوں پر گورنمنٹ کے باغی ہونے کا الزام لگایا۔ اور کہا انہیں اس ملک میں رہنے کی اجازت نہیں ملنی چاہیئے۔ مگر گورنمنٹ نے ان کی باتوں کی طرف توجہ نہ کی۔ اب انہوں نے بہت بڑا مباحثہ کا انتظام کیا ہے۔ اس مباحثہ میں یہاں کے لحاظ سے عجیب بات ہے۔ شاید وہاں اسے عجیب نہ سمجھا جاتا ہو۔ کہ گورنمنٹ کے افسر بھی اس مباحثہ میں شامل ہونگے۔ اور سرکاری طور پر جلسہ کی رپورٹ لکھی جائے گی۔ تین سو کے قریب علماء جمع ہونگے۔ اور پانچ دن تک مباحثہ جاری رہیگا۔

ایک دوسرے ملک میں نہ تو پوری کتب مہیا ہو سکتی ہیں۔ اور نہ دوسرا سامان۔ اور بعض اوقات مخالفین جب کثرت سے ہوں۔ تو گھبراہٹ بھی دیا کرتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے جب پہلے پہلے آپ اہلحدیث ہوئے تو ایک مسجد میں مولویوں سے مباحثہ قرار پایا۔ ایک حوالہ پر بحث ہو رہی تھی۔ مولوی اس کی صحت کا انکار کرتے تھے۔ فرماتے میں نے کتاب سے حوالہ نکال کر سامنے رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر ایک بڑے مولوی نے بڑی ہمدردانہ شکل بنا کر مجھے کہا۔ گھبرا کیوں گئے ہو۔ ہم تمہیں کہتے کچھ نہیں۔ اس سے اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ حضرت مولوی صاحب نے گھبرا کر کچھ کا کچھ حوالہ پیش کر دیا۔ اس پر مجمع میں شور پڑ گیا۔ اور لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

تو ایسی حرکات بھی مولوی کر لیا کرتے ہیں۔ اور اکیلے آدمی کے لئے ایسے وقت میں بہت مشکل پیش آتی ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہی کہا تھا۔ الٰہی کوئی ایسا آدمی دے۔ جو میری تصدیق کرے۔ اسی لئے حضرت ہارون کو ان کے ساتھ کیا گیا۔

مولوی رحمت علی صاحب وہاں اکیلے ہیں۔ اور مولوی کئی سو جمع ہونگے۔ اسلئے مولوی صاحب کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعا کرنی چاہیئے۔ وہ علاقہ ایسا ہے۔ جہاں احمدیت کی ترقی کے لئے بہت کچھ گنجائش ہے۔ چار کروڑ مسلمان ہیں۔ جو اس بات کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ کہ صداقت معلوم کریں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں بہت جلد ترقی ہوئی ہے۔ اور کئی ایسے لوگ داخل سلسلہ ہوئے ہیں۔ جو سلسلہ کی مالی مدد بھی کرنے والے ہیں۔

ان دونوں باتوں کے لئے احباب دعا کریں۔ ایک یہ کہ خدا تعالےٰ مولوی جلال الدین صاحب کو شفا دے۔ اور آئندہ محفوظ رکھے۔ دوسرے مولوی رحمت علی صاحب سے جو مباحثہ ہونے والا ہے۔ اس میں خدا غلبہ عطا کرے۔

اس کے بعد حضور مسجد کے محراب میں قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور تمام مجمع قبلہ رو ہو گیا۔ اور دعا کی گئی جو پندرہ منٹ تک جاری رہی۔ خدا تعالےٰ قبول فرمائے۔ اور ہمارے مبلغین کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

بقیہ مضمون صفحہ ۳

اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہم لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے تو اس لئے آئے۔ کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے سپرد کام ہوا ہے۔ اسے کریں۔ اور بہت سے اس لئے آئے کہ وہ آواز ایک طاقت رکھتی تھی۔ اس کے متعلق معلوم کریں۔ کہ اگر وہ ان کے آقا اور مالک کی طرف سے آئی ہے۔ تو اسے قبول کریں اور اگر نعوذ باللہ شیطان کی طرف سے آئی ہے۔ تو اسے رد کریں۔ غرض دونوں قسم کے لوگ نیک نیتی سے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ اسے رد نہیں کرتا۔ جو خدا ہی کی طرف آئے۔ بلکہ جو اس کی طرف جھکتا ہے۔ اسے اٹھاتا ہے۔ اور منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔

پس آؤ پیشتر اس کے کہ ہم کام شروع کریں۔ خدا تعالیٰ سے عاجزانہ دعا کریں۔ کہ اے خدا یہ کام جو ہمارے سپرد ہوا ہے۔ ہماری طاقتوں اور ہماری ہمتوں سے بالا ہے۔ تو خود ہی ہماری مدد کر ہماری کوششوں میں برکت ڈال۔ تاکہ لوگ اس آواز پر لبیک کہیں۔ اور دین کی دوستی کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ دنیا اس وقت شرک سے معمور ہے۔ اور ہماری مثال ان بچوں کی ہے جو شیروں کے آگے ڈال دیئے گئے ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیں مدد نہ ملیگی۔ تو جس طرح بچے کو شیر چیر ڈالتے ہیں۔ اسی طرح ہماری حالت ہو گی۔ پس ہمیں دعا کرنی چاہیئے۔ کہ اے خدا تو آپ ہی ہماری زبانوں۔ ہمارے قلوب۔ ہمارے افکار۔ ہمارے کانوں۔ ہمارے دانتوں۔ ہماری سعی۔ ہمارے خیالات ہمارے احساسات ہمارے جذبات ہمارے دین۔ ہماری دنیا میں برکت دے۔ تاکہ تیرے نام کو بلند کرنے میں ہم کامیاب ہو سکیں۔ ہم دنیا میں رہیں یا نہ ہوں۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین دنیا میں قائم ہو جائے۔ تیرا کلام دنیا میں قائم ہو۔ شیطان کی حکومت جاتی رہے۔ اور تیری ہی حکومت قائم ہو۔

لفظ توفّی کی لغوی تحقیقات

توفی کا مادہ نہ وفاءٌ ہے نہ وفاۃٌ ہے۔ بلکہ و۔ ف۔ ی ہے۔ توفی کا مادہ سہ حرفی ہے۔ اور وفاء اور وفاۃ دونوں لفظ چار حرفی ہیں۔ مادہ میں صرف اصلی حروف شمار ہوتے ہیں۔ اور ان دونوں لفظوں میں ایک ایک حرف زائدہ موجود ہے۔ وفاء میں الف اور وفاۃ میں ت۔ ہاں توفی کا ماخذ وفاء (یا وُفِیٌّ) بھی ہے۔ اور وفاۃ بھی۔ جب یہ لفظ کسی سے اپنا حق پورا پورا لے لینے کے معنے میں استعمال ہو۔ تو اس وقت اس کا ماخذ وفاءٌ (پورا کرنا، پورا ہونا) یا وُفِیٌّ (کامل اور پورا ہونا) ہوتا ہے اور جب قبض روح کے معنے دے رہا ہو۔ اس وقت اس کا ماخذ وفاۃ (موت) ہوتا ہے۔

میں اس بات کو مثال دیکر واضح کرتا ہوں۔ قرآن کریم کے شروع کے رکوعوں میں ہی ایک لفظ یَسْتَحْیِیْ آیا ہے۔ جو آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا میں واقعہ ہے اور ایک لفظ یَسْتَحْیُوْنَ ہے۔ جو آیت یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ میں ہے ان دونوں لفظوں کا مادہ ایک ہی ہے۔ جو ح ی و ہے اور باب بھی ایک ہی ہے۔ جو استفعال ہے۔ مگر ان کے ماخذ الگ الگ ہیں۔ یَسْتَحْیِیْ کا ماخذ در اصل لفظ حَیَاءٌ ہے جس کے معنے شرمانے کے ہیں۔ اسی لئے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ (اللہ تعالےٰ ہرگز نہیں شرماتا۔ یعنے نہیں رکتا) میں اس کے معنے شرمانے یا رکنے کے کئے جاتے ہیں۔ اور یَسْتَحْیُوْنَ کا ماخذ اور اصل حَیَاۃ (زندگی) ہے۔ چنانچہ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ (وہ تمہاری عورتوں (بیٹی ذات) کو زندہ رکھتے تھے) میں اس کے معنے زندہ رکھنے کے کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں لفظوں کا مادہ بھی ایک ہی ہے۔ اور باب بھی ایک ہی۔ مگر چونکہ ان کے ماخذ الگ الگ ہیں اور ان ماخذوں کے معنے بھی جدا جدا ہیں۔ اس لئے یہ دونوں لفظ اپنے اپنے ماخذوں کے مطابق الگ الگ معنے دیتے ہیں +

اسی طرح لفظ تَجَنِّیْ کے بھی دو الگ الگ ماخذ ہیں ایک ماخذ اس کا جَنْیٌ یا جَنْیٌ ہے۔ جس کے معنے درخت سے پھل توڑنے کے ہیں۔ اور دوسرا ماخذ اس کا جِنَایَۃٌ ہے۔ جس کے معنے ارتکاب جرم کے ہیں۔ جب یہ لفظ (تَجَنِّیْ) اپنے ماخذ جَنْیٌ یا جَنْیٌ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ تو اس وقت اس کے معنے "بتدریج یکے بعد دیگرے پھل توڑنے" کے ہوتے ہیں۔ اور جب ماخذ جِنَایَۃ کی طرف منسوب ہو تو "کسی پر جھوٹا الزام ارتکاب جرم لگانے" کے ہوتے ہیں اور دونوں حالتوں میں اس کا مادہ ایک ہی ہوتا ہے۔ جو ج ن ی ہے۔ اور باب بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنے تَوَفِّیْ کی طرح یہ لفظ بھی باب تفعّل ہی سے ہے۔ سو اسی طرح پر جب لفظ توفی اپنی چیز دوسرے سے پوری پوری لے لینے کے معنے دیتا ہو۔ تو اس وقت اس کا ماخذ وفاءٌ یا وُفِیٌّ ہوتا ہے۔ اور جب امانت یا قبض روح کے معنے دے رہا ہو۔ تو اس وقت اس کا ماخذ لفظ وفاۃ ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب قاموس نے اسی حقیقت کو روشن کرنے کے لئے اور اس فرق کو ظاہر کرنے کی غرض سے لفظ توفی کے معنوں کو الگ الگ کرکے ذکر کیا ہے۔ یعنے پہلے ماخذ وَفَاء اور وُفِیٌّ کے معنے بتائے ہیں۔ اور اس کے ذیل میں لفظ تَوَفِّیْ کو رکھکر اس کے معنے کسی سے اپنا پورا پورا حق لے لینے کے بیان کئے ہیں۔ اور اس کے بعد لفظ وفاۃ لاکر اور اس کے معنے بیان کرکے اس کے ذیل میں توفی کا لفظ دوبارہ لاکر اس کے معنے قبضِ رُوح کے بتائے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کیا ہے۔ کہ جب لفظ توفی قبض روح کے معنے میں استعمال ہو۔ تو انسان اس کا مفعول ہوتا ہے۔ اور جب کسی سے اپنا پورا حق لے لینے کے معنے میں آیا ہو۔ تو اس وقت انسان اس کا فاعل ہوتا ہے۔ اور اس کے معنے میں یہ بات بھی داخل ہوتی ہے۔ کہ اپنی چیز لینے والا شخص (حقیقۃً یا تقدیراً) کسی دوسرے شخص سے وہ چیز وصول کر رہا ہے۔ چنانچہ اس مدعا کو صاحب قاموس نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "اوفی علیہ اشرف۔ وفلانا حقہ اعطاہ وافیا۔ کوفّاہ ووافاہ۔ فاستوفاہ و توفاہ"۔ جس کے نیچے تاج العروس میں لکھا ہے۔ فھما مطاوعان لاوفاہ ووفّاہ ووافاہ"۔ قاموس کی پوری عبارت یہ ہے۔ وفی بالعھد کوعی وفاءً ضد غدر۔ والشیٔ وفیا کصلیٍّ تم وکثر۔ فھو وفیٌّ ووافٍ۔ والدرھم المثقال عدلہ۔ واوفی علیہ اشرف۔ وفلانا حقہ اعطاہ وافیاً۔ کوفاہ ووافاہ۔ فاستوفاہ وتوفاہ۔ والوفاۃ الموت وتوفاہ اللہ قبض روحہ۔

اسی طرح علامہ فیومی اپنی کتاب لغت مصباح میں توفی بمعنے امانت کا اصل لفظ وفاۃ ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ "توفاہ اللہ امانہ والوفاۃ الموت اور صحاح جوہری میں ہے۔ کہ توفاہ اللہ اَیْ قبض روحہ والوفاۃ الموت۔ اور لسان العرب میں ہے والوفاۃ المنیۃ و الوفاۃ الموت۔ وتوفی فلان وتوفاہ اللہ اذا قبض نفسہ اور منتہی الارب میں ہے" توفی میرانیدن ونقال توفی اللہ اے قبض روحہ۔ وفاۃ مرگ"۔

میں اس جگہ اس بات کو بھی واضح کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ علامہ زمخشری نے اساس میں اور اس کی تقلید میں فیومی نے مصباح میں اور مرتضےٰ نے تاج العروس میں جو اس لفظ کے ذیل میں حقیقت اور مجاز کی بحث اٹھائی ہے۔ اس کے سمجھنے میں بہت لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ دراصل علم بیان میں جب مجاز اور حقیقت کی بحث آتی ہے تو وہاں حقیقت اور مجاز کے امتیاز کا معیار اور ہوتا ہے۔ اور علم لغت میں اور۔ مثلاً لفظ بشر کے ذیل میں مصباح میں لکھا ہے۔ کہ البشرۃ ظاھر الجلد۔ والجمع البشر مثل قصبۃ وقصب۔ ثم اطلق علی الانسان واحدہ وجمعہ اور اس پر تاج العروس میں لکھا ہے۔ کہ قال شیخنا کلامہ کالصریح فی ان اطلاق البشر علی الانسان مجاز لاحقیقۃ" جس سے ظاہر ہے۔ کہ لفظ بشر بمعنے انسان کو بھی مجاز قرار دیا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ جوہری صاحب صحاح اور فیروز آبادی صاحب قاموس نے لفظ توفی کے بمعنے قبض روح مجاز ہونے کی طرف خفیف سے خفیف رنگ میں بھی اشارہ نہیں کیا۔ اور اس طرح سے بتا دیا ہے۔ کہ یہ لفظ قبض روح کے معنے میں مجاز نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ اسی طرح لفظ بشر کے بمعنے انسان مجاز ہونے کا اظہار بھی انہوں نے کسی پیرایہ میں نہیں کیا۔ اور اس طرح سے ان معنوں میں اسے حقیقت ہی قرار دیا ہے +

اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ یہ بحث اس لفظ کے متعلق کس راہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔ سو واضح ہو کہ عربی زبان میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔ کہ جن مختلف الفاظ کے حروف ان میں مشترک طور پر پائے جاتے ہوں۔ ان میں ان حروف کے اشتراک کے مطابق معنوی اشتراک بھی کسی حد تک ضرور پایا جاتا ہے۔ اور اگر لفظی اشتراک اس سے بھی زیادہ ہو۔ اور مختلف الفاظ کا مادہ بھی ایک ہی ہو۔ تو معنوی اشتراک اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور گو ان کے معانی ایک دوسرے سے بالکل الگ الگ اور مختلف ہوں مگر ان معانی کے درمیان کوئی نہ کوئی وجہ اشتراک اور جہت جامعہ ضرور موجود ہوتی ہے۔ جو عربی زبان میں سرسری دسترس رکھنے والے کو بھی نظر آسکتی اور بسا اوقات نظر آرہی ہوتی ہے۔ سو ان مختلف الفاظ میں سے جس لفظ کے معنے میں وہ جہت نسبتاً زیادہ روشن اور نمایاں طور پر پائی جاتی ہو۔ اس کو اصل اور باقی الفاظ کو اس کی فرع قرار دیدیا جاتا ہے۔ اور اس اصل کو اس کے اپنے معنے کے دائرہ میں حقیقت کہدیا جاتا ہے اور باقی الفاظ کو فرع قرار دیا گیا ہوتا ہے اُن کے اپنے

معانی کے دائرہ کے اندر استعمال ہونے ہوئے بھی انہیں مجاز قرار دیدیا جاتا ہے۔ اور یہ اصطلاح علم متن لغت کے ساتھ مخصوص ہے۔ علم بیان میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ اور جس شخص کو ایسی کتب لغت کے بکثرت زیر استعمال رکھنے کا اتفاق ہوا ہو۔ جن میں قریباً ہر مادہ کے ماتحت حقیقت و مجاز کی بحث ہوتی ہے۔ اس کے لئے یہ بات بالکل روشن اور بین ہوتی ہے۔ جس پر کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

سو جب مادہ و ف ی کے ذیل میں آنے والے مختلف الفاظ کو یکجائی طور پر دیکھا جائے۔ اور ان میں جہت جامعہ تلاش کی جائے۔ تو وہ وفاءؔ میں نمایاں اور وفاۃ میں اس کی نسبت مخفی اور پوشیدہ نظر آتی ہے۔ اس لئے وفاء کے معنے کو مرکزی نقطہ قرار دے کر وفاۃ کے لفظ کو جو ہمیشہ موت کے معنے میں آتا ہے۔ اس کی فرع قرار دیا گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں ان محققین کو جو متن لغت میں حقیقت و مجاز کی بحث بھی کیا کرتے ہیں۔ یہ حکم لگانا پڑا۔ کہ ومن المجاز ادرکتہ الوفاۃ اے الموت والمنیۃ وتوفی فلان اذا مات وتوفاہ اللہ عز وجل اذا قبض نفسہ۔ ورنہ کوئی کتاب لغت کوئی کتاب زبان دانی یہ نہیں بتاتی کہ لفظ وفاۃ کے معنے موت یا منیہ کے علاوہ کوئی اور بھی ہیں۔ چہ جائیکہ کسی نے یہ لکھا ہو۔ کہ اس لفظ کے اصلی معنے فلاں ہیں اور موت کے معنے میں یہ لفظ بعد میں استعمال ہونے لگ گیا ہے۔ اور اگر حقیقت و مجاز پر حل کا مدار اس بات پر نہ ہو۔ کہ لفظ زیر بحث متکثر المعنے ہو۔ اور ان معانی متعددہ میں سے کوئی اصلی معنے ہوں۔ اور کوئی بعد میں کسی مناسبت کی بنا پر پیدا شدہ ہوں۔ بلکہ ایک خالص متحد المعنے لفظ کو بھی اس کے اپنے معنے کے لئے مجاز قرار دیا جاتا ہو۔ تو اس اصطلاح کو علم بیان والی اصطلاح سے الگ نہ سمجھنا خطرناک دھوکہ کا موجب ہے۔ علم بیان والی اصطلاح کا دار و مدار ایک لفظ کے متعدد معانی تسلیم کرنے پر ہے۔ مگر یہاں یہ صورت نہیں۔ بلکہ ایک متحد المعنے لفظ کو اس کے اپنے معنے میں استعمال ہوتے ہوئے مجاز کہدیا جاتا ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

میں یہاں پر یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ لفظ توفی کا اصل وفات نہ ماننا۔ بلکہ ہر حال میں اس کا اصل وفاء ہی کو تجویز کرنا چودھویں صدی کے علماء کی ایجاد ہے۔ اور رجہاں تک میں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے کتب لغت و تفاسیر کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کی بناء پر میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ مطلق توفی کا اشتقاق لفظ وفاء سے قرار دینا اور وفات اس کا ماخذ ہونے کی علی الاطلاق نفی کرنا سراسر باطل اور نادرست ہے۔ اور کتب لغت اور تفاسیر اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ توفی کے معنے آسمان پر لے جانیکے کرنے والے مفسرین بھی اس لفظ کا اصل اور ماخذ وفاۃ تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ ہاں وہ وفات کی تاویل کر کے اس کے معنے آسمان پر چڑھ جانے کے یا کوئی اور کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔ کہ "عن مطر الوراق قال متوفیک من الدنیا ولیس بوفاۃ موت۔ وانما احتاج المفسرون الی تاویل الوفاۃ لان الصحیح ان اللہ رفعہ الی السماء من غیر وفاۃ (طبر ۲ صفحہ ۲۷) وقیل المراد بالوفاۃ ھھنا النوم و مثلہ ھو الذی یتوفاکم باللیل ای ینیمکم وبہ قال کثیرون (ایضاً) وقیل الوفاۃ فی کتاب اللہ سبحانہ قد جائت علی ثلاثۃ اوجہ۔ بمعنے الموت ومنہ قولہ تعالیٰ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا وبمعنے النوم ومنہ قولہ تعالیٰ وھو الذی یتوفاکم باللیل ای ینیمکم وبمعنے الرفع ومنہ فلما توفیتنی (جلد ۳ صفحہ ۱۳۳) اور تفسیر ابن کثیر میں ہے "قال الاکثرون المراد بالوفاۃ ھھنا النوم" (جلد ۲ صفحہ ۲۲۹) "عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالیٰ متوفیک یعنی وفاۃ النوم (جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

اور جب خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیراً لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیراً لی میں اس بات کو کھول کر بتا دیا ہے کہ توفی بمعنے قبض روح کا ماخذ دراصل وفات ہے نہ کہ وفاء تو اس کے بعد اس میں بحث کی کونسی گنجائش باقی ہے

کلیات ابی البقاء کی پوری عبارت لفظ توفی کے نیچے یہ ہے۔ "التوفی الاماتۃ وقبض الروح۔ وعلیہ استعمال العامۃ۔ او الاستیفاء واخذ الحق۔ وعلیہ استعمال البلغاء۔ والفعل من الوفاۃ۔ توفی علی ما لم یسم فاعلہ۔ لان الانسان لا یتوفی نفسہ فالمتوفی ھو اللہ تعالیٰ او احد من الملائکۃ۔ وزید ھو المتوفی بالفتح" (کلیات ابی البقاء طبع مصر صفحہ ۱۲۹)

اس عبارت میں جو "استعمال العامۃ" کے الفاظ ہیں ان سے مراد عام استعمال اور غالب استعمال ہے نہ کہ بلاغت سے کورے اور موٹی سمجھ کے لوگوں کا استعمال کیونکہ خود قرآن کریم جو بلاغت کے انتہائی نقطہ پر واقع ہے اور جس سے ابلغ کلام کا پایا جانا دائرہ امکان سے باہر ہے۔ اور جو خود خدا تعالیٰ کا کلام پاک ہے۔ اس استعمال سے بھرا پڑا ہے۔ اور "علیہ استعمال البلغاء" کا مطلب یہ ہے۔ کہ بالمقابل اخذ الحق واقیاً (اپنا حق دوسرے سے پورا پورا وصول کر لینا) کے معنے میں اس لفظ کا استعمال ہے بالکل کم اور نادر طور پر پایا جاتا ہے۔ جو عام زبان میں نہیں ملتا۔ بلکہ صرف زبان پر وسیع نظر و اقتدار رکھنے والے لوگوں کے کلام میں کہیں نظر آتا ہے۔ اگر ان الفاظ کا مطلب اور مدعا اس تشریح کے خلاف کوئی

عقل و توکل

جس طرح اکثر اسلامی اصطلاحات کے صحیح مفہوم کو بگاڑ کر ان کے نہایت بھونڈے معانی کئے گئے ہیں۔ ایسا ہی مسئلہ توکل کا بھی حال ہوا ہے۔ اس کے معنی عام طور پر یہ سمجھے جاتے ہیں۔ کہ اسباب کو ترک کر کے دوسروں کے دست نگر ہو بیٹھو۔ جو کچھ بھی اس کا مفہوم عام طور پر لیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجتاً یہی خلاصہ ہے۔ حالانکہ حقیقت میں اس کا مفہوم اس کے بالکل خلاف ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دو لفظوں میں واضح کر دیا تھا۔ "اعقل و توکل" تم اپنے اونٹ کے زانو باندھو۔ اور پھر توکل کرو۔ یہ آپ نے اس بدوی کو فرمایا تھا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے آیا تھا۔ اور اس خیال سے کہ وہ ایک نبی کو ملنے آیا تھا۔ اس کا اونٹ کھویا نہیں جائیگا۔ اس نے اسے بغیر باندھے یونہی چھوڑ دیا تھا جب آنحضرت صلعم نے اس سے دریافت فرمایا۔ کہ تمہاری اونٹنی کہاں ہے۔ تو اس نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا۔ اور آنحضرت صلعم نے اس خیال کی غلطی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ کہ توکل اسباب کے چھوڑنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اسباب کے اختیار کرنے کے بعد ایک اور دوسری حالت کا نام ہے۔ جو اسباب سے بالاتر ہے۔ اور جس حالت کا انسان کے نفس میں پیدا ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ اس کے لئے اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

اب اگر ایک طرف آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کو دیکھیں اور دوسری طرف توکل کے مروجہ مفہوم پر نظر کریں۔ تو ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ کہ جب کوئی قوم تنزل کرتی ہے۔ تو اس کے ہر معنوی اور مادی حالت میں ایک ایسا تغیر واقع ہوتا ہے۔ جو پہلی ترقی یافتہ حالت کے بالکل برعکس ہوتا ہے اعتقادات بھی اس قانون الٰہی سے مستثنیٰ نہیں۔ ان کے الفاظ تو وہی رہیں گے۔ مگر ان کے معنوں اور مفہوم میں ایک معکوس انقلاب پیدا ہو جائیگا۔ اصل مفہوم کچھ ہوگا۔ اور حالت تنزل میں کچھ اور ہو جائیگا۔ جیسا کہ آجکل ہمیں یہ نظارہ اسلامی اصطلاحات کے متعلق عقائد کی جانچ پڑتال میں دکھائی دیتا ہے۔ کہ تقریباً سب کی اصل صورت و شکل کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ اور ان کے وہ مفہوم لئے جاتے ہیں۔ جن سے فطرت سلیم منقبض ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک یہ بھی بہت بڑا احسان عالم اسلامی پر ہے۔ کہ آپ نے ان تمام عقائد اور اصطلاحات

کو اپنے اصل معانی اور مفہوم کی طرف لوٹا کر ان کو خوبصورت بنا دیا ہے۔ اور یہ مسئلہ توکل بھی آپ کے زیر احسان ہے۔ کہ اس کی حقیقت کو آشکار کیا ہے۔ جو کچھ بھی خیالات میں اس مسئلہ کے متعلق ظاہر کروں گا۔ وہ سب میرے آقا مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی فیضان کے ترشحات سے ہی ہوگا نہ کوئی اپنی پونجی اور جو کچھ لکھوں گا۔ وہ وہ ہوگا جس کو میں نے اپنی عملی زندگی میں پرکھا ہے۔ اور جس کا احساس میرے دل پر اس طرح غالب ہے جس طرح کہ غم و سرور کی کیفیات اپنی اپنی گھڑیوں میں انسانی قلب پر غالب ہو کر بتلاتی ہیں کہ وہ کیا کیفیات ہیں۔

میں نے اپنی عملی زندگی میں بار بار یہ آزما کر دیکھا ہے۔ کہ توکل کا مقام اسباب کو ترک کرنے کا مقام نہیں۔ بلکہ اسباب کو پورے طور پر احاطہ کر لینے کا مقام ہے۔ اور یہ بھی دیکھا ہے کہ اگر اسباب اختیار کرنے کے بعد توکل کا مقام نہ ہو۔ تو وہ اسباب سارے کے سارے کئی ایک پہلوؤں سے خطرے میں رہتے ہیں۔ نیز یہ بھی دیکھا ہے۔ کہ توکل انسان کا ایک فطری تقاضا ہے۔ جو کسی نہ کسی طرح اپنی جھلک انسان کے مختلف حالات میں دکھلاتا رہتا ہے۔ خواہ وہ اس کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔ یا خواہ اسے اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ یہ تین باتیں ہیں۔ جو میں نے توکل کے متعلق خود اپنے اوپر وارد ہوتی دیکھی ہیں۔ اور جن کے خیر و ثمرات کو میں نے چکھا ہے۔ اور میری دلی خواہش ہے۔ کہ احباب بھی اس کا تجربہ کریں۔ اور اس مضمون کو ذرا غور سے اور ٹھہر کر پڑھیں۔ اب میں اس مجمل بیان کی تفصیلات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

انسان جب کسی مقصد کیلئے اسباب مہیا کر لیتا ہے۔ تو وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک تو یہ کہ وہ کامل وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس نے تمام کے تمام وہ اسباب اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں۔ جو اس کے مقصد کے پورا کرنے کیلئے ضروری ہیں۔ دوسرے وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان اسباب کے مخالف کوئی اور اسباب نہیں ہیں جو ان اختیار کئے ہوئے اسبابوں کو مع اس مقصد کے ملیامیٹ کر دیں۔ مثلاً ایک شخص سفر کو نکلتا ہے اور اس کا گزر ایک ایسے مقام ہوتا ہے۔ جو چوروں یا درندوں کے خطرہ سے خالی نہیں۔ وہ اس کے لئے اسباب اختیار کرتا ہے۔ گھوڑا لیتا ہے۔ زادِ سفر لیتا ہے اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر چل پڑتا ہے۔ اور پوری پوری احتیاط کر لیتا ہے۔ وہ ہر وقت چوکس بھی رہتا ہے۔ اور ادھر ادھر کی آہٹ بھی لیتا رہتا ہے۔ چاروں طرف دور دور تک دیکھتا ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ نہیں جانتا۔ کہ درندے یا چور کا مقابلہ کرتے وقت اس کے حواس ٹھکانے رہیں گے یا نہیں۔ اور خوف اور دہشت اس پر غالب نہیں آئیگی۔ وہ ہتھیاروں کو ٹھیک چلا سکیگا۔ یا اس کا ہاتھ شل نہیں ہو جائیگا۔ یا گھوڑا ٹھوکر نہیں کھائیگا۔ یا وہ بدکے گا نہیں۔ غرض بیسیوں ایسی مخالف باتیں ہیں جن میں سے اگر ایک بھی ہو جائے تو اس کا نہ گھوڑا کام دیسکتا ہے۔ نہ زادِ راہ نہ ہتھیار۔ نہ شجاعت و مردانگی۔ اب دیکھو یہاں اسباب کے بعد کس قدر خلا ہے۔ جو توکل کیلئے پڑی ہے۔ اور جس کا توکل ہی کے ذریعہ پُر ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ ورنہ اگر انسان ان مخالف حالتوں کو مد نظر رکھے تو وہ اپنے سارے اسباب لیکر بھی ایک قدم آگے نہیں اٹھا سکتا اور اس کیلئے ناممکن ہے۔ کہ کسی مقصد کو بھی حاصل کر سکے۔

کوئی بھی مقصد آپ لے لیں اور پھر اس کیلئے جتنے بھی اسباب آپ کے خواب و خیال میں آئیں۔ انہیں مہیا کریں۔ مگر جب بھی آپ مخالف حالتوں پر نظر ڈالیں گے۔ تو ضرور ہے کہ آپ نے اختیار کئے ہوئے اسباب کے بعد ایک بہت بڑی خلا پائیں گے جو بغیر توکل کے کسی طرح بھی پُر ہوتی معلوم نہ دیگی۔ یہ خلا انسانی کمزوری کا ایک طبعی لازمہ ہے جسکو انسان اسباب کے ذریعہ سے پر نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ کسی طرح اُسے پُر کر سکتا ہے۔ تو وہ توکل کے ہی ذریعہ کر سکتا ہے۔ وہ شے جسے اعتمادِ نفس کہتے ہیں وہ بھی اصل میں توکل کا ہی ایک ادنیٰ مظہر ہے۔ اور اس کا اثر صرف یہی ہے کہ وہ مسلح سوار اپنے نفس پر بھروسہ کر کے چل پڑے۔ مگر یہ نفس پر بھروسہ اسے کہاں کہاں اور کیا کیا کام دے سکتا ہے۔ وہ نفس خود ایک نہایت کمزور ہستی ہے۔ اور اس پر بھروسہ بھی کیا ہستی رکھ سکتا ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ اعتمادِ نفس اپنی ذات میں قیمتی چیز نہیں۔ بلکہ میری رائے میں یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جسے ملے۔ بلکہ میری مراد یہ ہے۔ کہ یہ اعتمادِ نفس باوجود گراں قیمت ہونے کے اس خلا کو قطعاً پُر نہیں کر سکتا یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان اسباب مہیا کرنے کے بعد اعتمادِ نفس کے ذریعہ سے مطمئن ہو بیٹھے۔ کہ اب اختیار کردہ اسباب کو ملیامیٹ کرنیوالے حالات نہیں رہے۔ یا یہ کہ نفس ان حالات کا بھی مقابلہ کر سکیگا اس کے متعلق کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔

ماسوا اس کے ایک اور بات بھی ہے۔ جس کو ہر ایک نے اپنی عملی زندگی میں مشاہدہ کیا ہوگا۔ اور وہ یہ کہ جوں جوں انسان حاصل کردہ اسباب کو استعمال کرتا جاتا ہے۔ توں توں اسے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا جاتا ہے کہ جو اسباب اس نے اپنے مقصد کے لئے اختیار کئے تھے وہ اپنی ذات میں مکمل نہیں تھے۔ فلاں سبب کو بھی اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ اور فلاں کو بھی۔ یا یہ کہ اگر اس سبب کو اس طرح استعمال کرتا تو نتیجہ زیادہ اچھا ہوتا۔ پس انسان اسباب کو اختیار کر کے بھی کیا بلحاظ نامعلوم مخالف حالات پیدا ہونے کے اور کیا بلحاظ معدوم شدہ مویدِ اسباب کے نفس کے اطمینان سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیگا۔ ان اسباب کے اختیار کرنے کے بعد پیش آنیوالے مخالف حالات کے ہوتے ہوئے ایک بہت بڑی خالی جگہ رہتی ہے جو اگر وہ کسی طرح پُر نہ ہو تو کامیابی کا راستہ انسان کے لئے بند ہے۔ اور وہ خالی جگہ اعتمادِ نفس سے پُر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ توکل سے پُر ہوا کرتی ہے۔ اور انسان کو فطرۃً کسی نہ کسی معنی میں توکل کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ وہ اسباب کو حاصل کر کے بھی اعتمادِ نفس رکھتے ہوئے بھی ایک قدم اپنے مقصد کی طرف اطمینان سے نہ اٹھا سکتا۔ وہ قدم اٹھاتا ہی تب ہے۔ جب وہ کسی نہ کسی چیز کا خیالی سہارا لیکر اپنے نفس کے تردد کو کسی قدر اطمینان سے بدل لیتا ہے۔ اگر وہ دیوی دیوتا کا پوجاری ہے۔ تو دیوی دیوتا کا سہارا لیگا۔ اور اگر خدا پرست ہے تو خدا تعالیٰ کا اور اگر دہریہ ہے۔ تو وہ اپنے منطق سے خیالی پلاؤ پکائیگا۔ کہ اگر یہ کچھ کرونگا۔ تو یہ بھی ہو جائیگا۔ غرض ہر ایک انسان کو کسی نہ کسی طرح توکل اسباب اختیار کرنیکے بعد کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایک طبعی امر ہے۔ جس سے کوئی چارہ نہیں۔

یہ ایک پہلو ہے اس بحث کا۔ مگر جس اسلامی توکل کے متعلق میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اس طبعی توکل سے بہت بالا حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی حقیقت عظیم الشان حقیقت ہے اور وہ اس قلبی کیفیت کا نام ہے۔ جو زندہ ہمہ دان قدیر خدائے تعالیٰ پر ایمان لانے والے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور جس کے ماتحت انسان اسباب اختیار کرتے ہوئے یہ بصیرت رکھتا ہے۔ کہ یہ اسباب کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتے۔ اگر اس کی مشیت اس کی قدرت ان کے ساتھ نہ ہو۔ اس کی آنکھ اس قلبی کیفیت کے ماتحت ان اسباب کے ماوراء مسبب الاسباب کو دیکھتی ہے۔ اور اس کی نظر ان اسباب پر نہیں۔ بلکہ اس پر ہوتی ہے جو معدوم اسباب کو موجود کرتا ہے۔ اور پھر آنکھ کی جھپک میں انہیں معدوم بھی کر دیتا ہے۔ اس کیفیت کے ماتحت اس کا دل امید و بیم کا آماجگاہ ہوتا ہے۔ اور اس کی نظر خدا تعالیٰ کی رحمت کے وسیع سمندر میں اسباب کی تلاش کرتی رہتی ہے۔ اس توکل کی کیفیت کے ماتحت وہ بعض اسباب کو حاصل کر کے بالکل مطمئن نہیں ہو جاتا۔ کہ اب اور اسباب نہیں رہے۔ اور نہ ہی اسباب کے نہ ملنے سے مایوس ہوتا ہے۔ کہ اب اسباب نہیں مہیا ہو سکتے۔ وہ اسباب کو ہاتھ میں لیکر نہ اتراتا ہے اور نہ غافل ہوتا ہے۔ کہ اب جو حاصل ہونا تھا۔ ہو چکا۔ بلکہ وہ ہر وقت چوکس رہتا ہے۔ اور عجب و گھمنڈ میں نہیں آتا۔ اور کا[illegible] دل امنگوں اور آرزوؤں سے بھرا رہتا ہے۔ اور ہر سبب کے بعد اس سے بہتر سبب کی جستجو میں رب الاسباب سے مناجات کرتا رہتا ہے۔ یہ وہ اسلامی توکل ہے۔ جس کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اور یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ توکل اسباب کے حاصل کرنے کے منافی اور ضد نہیں۔ بلکہ اس سے بالا ایک قلبی کیفیت کا نام ہے۔ جو آستانہ ربوبیت پر پڑے۔ ایک طرف سے گداز ہوتی رہتی ہے۔ اور دوسری طرف اس کے فیضان کو آہستہ آہستہ جذب کرتی رہتی ہے سو توکل حقیقت میں انسانی روح کی ایک دائمی جدوجہد ہے۔ جو موجودہ اسباب پر قائم نہ رہ کر ان سے بالا اسباب کا فیضانِ ربوبیت سے حاصل کرتے ہوئے مکمل طور پر احاطہ کرنا چاہتی ہے۔

زین العابدین ولی اللہ

۳ جنوری ۱۹۲۸

حضرت یسوع مسیح کا ذکر قرآن کریم میں

اس عنوان سے ڈاکٹر ایس۔ ایم زویمر نے کلکتہ میں ایک لیکچر دیا۔ جس کی جوابیں انجمن احمدیہ کلکتہ کی طرف سے ایک ٹریکٹ انگریزی میں شائع کیا گیا۔ ذیل میں اس کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔

عیسائی مبلغین اکثر اس موضوع پر تقریریں کرتے رہتے ہیں۔ مگر نہایت افسوس کا مقام ہے۔ کہ اس کے متعلق پوری صداقت کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ صرف ایک حصہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یسوع مسیح کو قرآن کریم میں کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ جو اس زندگی اور آئندہ زندگی میں بھی معزز ہے۔ اور اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی رو سے یسوع مسیح کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت ہے۔ مگر یہ درحقیقت ایک غلط فہمی ہے جس کا جس قدر جلد ازالہ کیا جائے بہتر ہے۔

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ اسلام چونکہ صلح و آشتی کا مذہب ہے۔ اس لئے اس نے تعلیم دی ہے۔ کہ ہر مسلمان کو تمام روحانی معلمین کی عزت کرنی چاہیئے۔ اور ان سب پر ایمان رکھنا چاہیئے۔ جیسے کہ فرمایا۔

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہٗ مسلمون ط

یاد رہے۔ کہ یسوع مسیح کے متعلق تین مختلف خیالات رکھنے والے لوگ ہیں۔ (۱) یہودی جو اس کی پیدائش کو ہی نعوذ باللہ ناپاک قرار دیتے ہیں۔ وہ اس کو دھوکہ باز سمجھتے ہیں۔ اور حضرت مریم کی عفت و عصمت پر بھی حملہ کرتے ہیں۔ اسی لئے بالآخر انہوں نے یسوع مسیح کو صلیب پر لٹکا دیا۔ جہاں مرنے والا پرانے عہد نامہ کی رو سے ملعون ہوتا ہے۔

(۲) عیسائی جو اس کو خدا کا حقیقی بیٹا سمجھتے ہیں۔ اور اس بات کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ کہ اس اصطلاح کے معنے پرانے عہد نامہ میں نبی اور رسول کے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ صلیب پر مرا تاکہ دوسروں کو گناہ سے محفوظ رکھے ؛

تیسرے مسلمان ہیں۔ جو حضرت مسیح کے متعلق ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جو اس کی شان کے بھی شایاں ہے اور خداتعالےٰ کی عظمت و جبروت اور تقدیس کے بھی منافی نہیں۔ جس نے فرمایا ہے۔ کہ یسوع مسیح اس کا بندہ اور رسول تھا۔

باقی رہا قرآن شریف میں اس کو کلمۃ اللہ کہنا۔ سو اس کے متعلق یاد رہے کہ یہ خطاب صرف اسی کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ قرآن کریم کے رو سے کئی کلمۃ اللہ ہیں۔ اور حضرت مسیح ان میں سے ایک ہیں۔ جیسا کہ فرمایا

ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمٰت ربھا وکتبہٖ وکانت من القانتین

اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اس اصطلاح کی حضرت مسیح کے لئے کوئی تخصیص نہیں۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ بھی صداقت کا ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے اسی مقام پر کھڑا ہے۔ جس پر دوسرے انبیاء کرشن بدھ اور کنفیوشس وغیرہ ہیں۔

لفظ روح کے متعلق معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس میں حضرت مسیح کو دوسرے انبیاء پر کوئی خاص فضیلت نہیں۔ اور یہ دوسرے نبیوں کے متعلق بھی پایا جاتا ہے۔

(۱) فاذا سویتہٗ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہٗ سٰجدین

(۲) رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہٖ علےٰ من یشاء من عبادہٖ لینذر یوم التلاق

اسی طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آتا ہے۔

وکذالک اوحینا الیک روحًا من امرنا ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان ولٰکن جعلنٰہ نورًا نھدی بہٖ من نشاءُ من عبادنا

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روح یا وحی صرف حضرت آدم۔ حضرت مسیح اور حضرت محمد مصطفیٰ اور دیگر انبیاء کے لئے ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندے بھی اس سے مشرف ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت رسول کریم کے متبعین میں یہ شرف بدرجہ اتم موجود تھا۔ جیسے کہ فرمایا۔

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ

صداقت الحق) کے متعلق زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح نے خود کہا ہے۔ کہ میرا دنیا سے جانا ضروری تھا۔ تاکہ (؟) اس کو بھیج سکوں۔ جو جملہ صداقتیں دنیا میں ظاہر کر دے۔ کیونکہ میں نے صرف اس کے ایک حصہ کو ظاہر کیا ہے۔ اور حضرت مسیح کی اس پیشگوئی کا مصداق اس شخص کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا جس کا دعویٰ ہے۔ کہ

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقًا

حضرت مسیح کے معصوم ہونے کا خیال بھی ہمارے لئے کسی خاص غور کے قابل نہیں ہے۔ اسلامی روایات کی رو سے حضرت مسیح مس شیطانی سے اسی طرح محفوظ تھے جس طرح دوسرے روحانی لوگ پاک ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے۔

ان عبادی ... لیس لک علیھم من سلطان

حضرت مسیح کے مس شیطان سے پاک ہونے میں ان خطرناک حملوں کی تردید کی گئی ہے۔ جو یہودیوں کی طرف سے حضرت مسیح اور حضرت مریم پر لگائے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح کے معجزات کو اگر دیکھا جائے۔ تو بائبل کے رو سے الیاس کے معجزوں سے زیادہ عظیم الشان نہیں۔ الیاس نے تو نعمان مجذوم کو شفا دی تھی۔ اور مردہ کو زندہ کیا تھا۔ مگر یسوع مسیح نے خود کہدیا ہے۔ کہ سوائے یونس رسول کے معجزہ کے کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائیگا۔

مذکورۃ الصدر دلائل کے بعد اسلام کی صداقت میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور ہر روز ایسی خبریں آتی رہتی ہیں۔ کہ مغرب کے مرد اور عورتوں کے تعلیم یافتہ طبقہ کا کثیر حصہ اسلامی صداقتوں کا معترف ہو رہا ہے۔ اور یہ لوگ چار یا چھ نہیں ہیں۔ جو ہندوستان میں عیسائیت اختیار کر رہے ہیں۔ بلکہ معزز اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔

اسلام عیسائیت سے صرف اسی لئے افضل نہیں۔ کہ اس کی شریعت بہمہ وجوہ کمل ہے۔ بلکہ یہ اپنے متبعین کو ایسے ارفع مقام پر پہونچا دیتا ہے۔ کہ وہ بھی بڑے بڑے معجزات دکھا سکتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی حضرت احمد قادیانی پیدا ہوئے۔ جنہوں نے بیماروں کو صحت اور کمزوروں کو طاقت بخشی۔ روحانی مردوں کو زندگی دی۔ اور ایسے ایسے حیرت انگیز نشانات دکھائے۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا صرف اسلام کے ساتھ ہے۔

اعلان

حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح اول سیدنا نورالدین رضؓ نے اپنے مطب خاص کے جو تجارب تحریر فرمائے ہیں۔ وہ چھپنے والے ہیں۔ جن احباب کے پاس حضرت کا تجویز فرمودہ نسخہ یا چند نسخے بطور یادگار موجود ہوں۔ خیر الناس من ینفع الناس کو ملحوظ خاطر رکھکر ارسال فرمائیں۔ نقل کرنے کے بعد اصل تحریر شکریہ کے ساتھ واپس کر دی جائیگی۔

المعلن
عبدالسلام خلف حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ قادیان

بقیہ صفحہ ۲۔

۲۸ ۔ دسمبر کی کارروائی

پہلا اجلاس زیر صدارت جناب مفتی محمد صادق صاحب شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم جناب صوفی غلام محمد صاحب بی۔اے مبلغ ماریشس نے کی اور پھر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے یورپ میں اہم اسلامیہ کی حالت اور جماعت احمدیہ کا فرض کے عنوان سے نہایت عمدہ مضمون پڑھا۔ اور بتایا کہ جماعت کو یورپ کی اصلاح کے لئے توجہ کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

چونکہ جناب مفتی صاحب کی تقریر مستورات میں تھی۔ اس لئے آپ کے جانیکے بعد جناب سید دلاور شاہ صاحب صدر تجویز کئے گئے۔ جناب شیخ صاحب کی تقریر کے بعد جناب مولوی ذوالفقار علی خانصاحب نے بحیثیت ناظر اعلےٰ صیغہ جات کی رپورٹ پیش کی۔ جو اپریل سے دسمبر تک کی تھی۔ آپ کے بعد پروگرام کے لحاظ سے اگرچہ جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی تقریر تھی۔ لیکن احباب کی تحریک پر سید دلاور شاہ صاحب کو اپنی سرگذشت سنانے کے لئے کہا گیا۔ اس پر انہوں نے اپنے مقدمہ اور جیل کے حالات کے متعلق ایک مختصر تقریر کی۔ شاہ صاحب کے بعد جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے صداقت حضرت مسیح موعود پر ایک فاضلانہ اور جامع تقریر کی۔ اور اس کے بعد جلسہ نماز کے لئے برخواست ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے دونوں نمازیں جمع کرکے پڑھائیں اور جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ جناب صوفی غلام محمد صاحب نے تلاوت قرآن فرمائی۔ اور جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کی ایک نظم ایک لڑکے نے خوش الحانی سے پڑھی اور محمد ابراہیم صاحب فیروزپوری نے جو ایک غیر احمدی ہیں۔ جماعت احمدیہ کی خدمات اسلامیہ کا ذکر اور حضرت خلیفۃ المسیح سے عقیدت کا اظہار ایک پرجوش تقریر کے ذریعہ کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے تقریباً تین بجے حضرت مسیح موعود کے کارناموں پر تقریر شروع فرمائی۔ جو رات کے دس بجے تک جاری رہی۔ تقریر کے بعد حضور نے تمام مجمع کے ساتھ ایک لمبی دعا فرمائی۔ اس کے بعد احباب نے حضور سے مصافحہ کیا۔ اور جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ علےٰ ذالک

۲۹ کی صبح سے احباب واپس جانے شروع ہو گئے۔ چونکہ موٹروں کا انتظام بہت اعلےٰ اور آرام دہ تھا۔ اس لئے احباب کی بہت بڑی تعداد ۲۹ کو واپس روانہ ہوگئی مگر پھر بھی بہت سے احباب موجود تھے۔ جو ۳۰ کو نماز جمعہ میں شریک ہوئے۔ جمعہ کی نماز حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مسجد نور میں پڑھائی۔ اور خطبہ میں اعوذ اور بسم اللہ کے متعلق نہایت عجیب نکتہ بیان فرمایا۔ نماز کے بعد کابل کے ایک احمدی کا جنازہ غائب پڑھایا۔ اس کے بعد احباب کی واپسی شروع ہو گئی۔

مصافحہ کا انتظام

اس دفعہ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت بہت کمزور تھی۔ کیونکہ جلسہ سے چند روز ہی قبل حضور پر انفلوانزا کا حملہ ہوا تھا۔ اور حضور کئی دن بیمار رہے تھے۔ اس وجہ نیز اور کئی مصلحتوں کے ماتحت یہ انتظام کیا گیا تھا۔ کہ پہلے کی طرح حضور کے اردگرد بے قاعدہ ہجوم مصافحہ کے لئے نہ ہونے پائے۔ تاکہ حضور کو تکلیف نہ ہو اس غرض کے لئے پنشنر احمدی فوجی آفیسر مقرر تھے۔ جو نہایت عمدگی سے حضور کے لئے راستہ اور آسانی سے گذرنے کا انتظام کرتے رہے۔ مصافحہ کے لئے الگ اوقات مقرر تھے جن کا اعلان روزانہ کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں روزانہ صبح کی نماز کے بعد اور پھر مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد مختلف جماعتوں کو حضور سے ملاقات کرنے کے لئے وقت دیا جاتا تھا۔ ملاقات کا یہ سلسلہ آج ۳۱ ۔ دسمبر ۱۹۲۷ء تک جاری رہی ہے۔ ان ایام میں حضور کو اس قدر مصروفیت رہی۔ کہ چند لمحوں سے زیادہ وقت آپ کو سونے کے لئے بھی نہ ملا ہوگا۔ حضور کی ایک تقریر مستورات میں بھی ہوئی۔ سالانہ جلسہ کے انتظامی امور اور دوسرے حالات کی بھی حضور خود نگرانی فرماتے رہے ٭

متفرق امور

خدا تعالےٰ کے فضل سے اس سال جلسہ انتظامی لحاظ سے بھی نہایت کامیاب رہا۔ جلسہ کے وقت سے قبل مہمانوں کو اندرون اور بیرون قصبہ دونوں جگہ کھانا تقسیم ہو جاتا۔ کئی بچے جو کثرت ہجوم کی وجہ سے ماں باپ سے بچھڑ گئے تھے۔ ان کو ان کے والدین کے پاس پہنچا دیا گیا۔ گری پڑی اشیاء نہایت احتیاط سے محفوظ رکھی گئیں۔ اور ان کے وارثوں کو پہنچائی گئیں۔ خدا کے فضل سے کسی قسم کا کوئی ناگوار حادثہ نہیں ہوا۔ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے خطرہ تھا۔ کہ جلسہ کے ایام میں نہ ہو جس سے مہمانوں اور کارکنوں کو بہت تکلیف اور دقت کا سامنا ہوتا۔ مگر جلسہ کے ایام میں موسم بہت اچھا رہا۔ اور ۲۶ ۔ تاریخ کو مطلع ابر آلود تھا کہ کئی دن [illegible] وجہ سے سمجھا جاتی تھی۔ وہ بھی نہ تھی۔ جب جلسہ ختم ہو گیا۔ اور احباب کی کثیر تعداد اپنے گھروں کو واپس چلی گئی۔ تو ۳۰ ۔ ۳۱ دسمبر کی رات کو بارش شروع ہوئی۔

غیر احمدی اصحاب

اس سال گذشتہ سالوں کی نسبت غیر احمدی اصحاب بہت زیادہ تعداد میں تشریف لائے۔ اور انہوں نے جلسہ کی تقریروں اور دوسرے معاملات کے متعلق بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔ ان میں سے مرزا عرفان علی بیگ صاحب پنشنر کلکٹر آگرہ خاص طور پر اس لحاظ سے قابل ذکر ہیں۔ کہ کبرسنی کی حالت میں دور دراز کا سفر سردی کے موسم میں طے کرکے تشریف لائے۔ ان کے علاوہ سرحدی علاقہ کے بھی بعض معزز اصحاب آئے تھے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے بھی تشریف لانے کی پہلے بذریعہ خط اور پھر بذریعہ تار اطلاع دی تھی۔ لیکن وہ بعض مصروفیتوں کی وجہ سے نہ آسکے ٭

کتب

اس دفعہ اگرچہ گذشتہ سالوں کی نسبت سالانہ جلسہ کے موقعہ پر کم کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ لیکن جو شائع ہوئی ہیں۔ وہ نہایت اہم اور بہت مفید ہیں۔ اور چونکہ ان کی تیاری پر شائع کنندگان کو بہت خرچ کرنا پڑتا ہے اس لئے وہ زیادہ تعداد میں کتب تیار نہیں کر سکے۔ کتاب گھر کے مہتمم منشی فخر الدین صاحب نے اب کے بڑی تقطیع پر مترجم قرآن کریم تیار کیا ہے۔ جو نہ صرف لکھائی چھپائی اور کاغذ کے لحاظ سے بہت قابل تعریف ہے۔ بلکہ اس کا ترجمہ بھی بہت اعلےٰ درجہ کا ہے۔ جس کی تعریف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے سالانہ جلسہ پر کرتے ہوئے اسے بہت مفید بتایا۔ اور احباب کو اس کی خریداری کی تحریک فرمائی تھی۔ اس قرآن کریم مجلد کا ہدیہ پانچ روپے ہے اور کتاب گھر قادیان سے مل سکتا ہے۔ چونکہ مہتمم صاحب نے بہت بڑا خرچ برداشت کرکے اور وہ بھی قرض اٹھا کر قرآن کریم کی اشاعت کا انتظام کیا۔ اور قابل تعریف انتظام کیا ہے۔ اس لئے احباب کو ضرور اس سے مستفیض ہونا چاہیئے ٭

اسی طرح بک ڈپو تالیف و اشاعت نے جو تین چار کتابیں شائع کی ہیں۔ ان میں سے ایک خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اور وہ تاریخ مسجد فضل لنڈن ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں جو اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ ۳۲ ۔ بلاک کے فوٹو ہیں۔ جن پر کئی سو روپیہ کا خرچ آیا ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ بھی بہت عمدہ ہے۔ اس کتاب کو مرتب جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے کیا ہے۔ کتاب نہایت ہی شاندار اور مفید ہے مجلد کی قیمت ۲ اور بے جلد کی ۱۲ ہے۔ اس کے علاوہ سیرۃ المہدی حصہ دوم مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا لیکچر مشتمل جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات ۔ بھی اس بک ڈپو نے شائع کی [illegible]

جو اپنے اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت مفید ہیں۔

جناب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے بھی اس سال کئی ایک قیمتی کتب مرتب کر کے شائع کی ہیں۔ ان میں سے ایک تو مشاہدات عرفانی ہے۔ جو خاصی ضخیم کتاب ہے اور جس میں انہوں نے سفر یورپ کے حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں۔ جن اصحاب نے الفضل میں جناب عرفانی صاحب کے وہ مضمون پڑھے ہیں۔ جو لنڈن سے وہ الفضل کے لئے لکھا کرتے تھے۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ وہ کس قدر دلکش ہوتے تھے۔ ان سے بہت زیادہ مفصل حالات اس کتاب میں درج ہیں۔ احباب اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

جناب عرفانی صاحب نے دوسری کتاب سیرت مسیح موعود حصہ سوم شائع کی۔ یہ بھی نہایت قابل قدر کتاب ہے۔ ان کی تیسری کتاب حیات ناصر ہے۔ جو حضرت نانا جان کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

میاں محمد یٰسین صاحب تاجر کتب قادیان نے اس سال بھی حسب معمول احمدی جنتری شائع کی ہے۔ جس میں تبلیغی مضامین اور مفید معلومات درج کی ہیں۔ اس کے علاوہ ۱۹۰۶ء کے سالانہ جلسہ پر حضرت مسیح موعود کی دو تقریریں۔ مباحثہ منصوری جو ۱۹۰۶ء میں جناب میر قاسم علی صاحب و مولوی محمد یحییٰ صاحب میں ہوا تھا روحانی علوم یعنی حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی وہ تقریریں جو آپ نے دسمبر ۱۹۰۸ء کے سالانہ جلسہ پر فرمائیں شائع کی ہیں۔ اس کے علاوہ کلام حق۔ جمین مظلوم اسلام کی برکات۔ پچپن سوالات۔ ثبوت باری تعالےٰ چھوٹے چھوٹے تبلیغی ٹریکٹ شائع کئے۔ جن اصحاب نے اس سال کی نئی کتب نہ خریدی ہوں۔ وہ اب ضرور منگائیں ✦

روشنی

چونکہ ایام جلسہ میں راتیں اندھیری تھیں۔ اس لئے ان گلیوں میں جہاں احباب کی آمد و رفت تھی۔ لمپ لگائے گئے۔ اور موٹروں کے اڈا پر جو وسیع میدان ہے گیس کا ہنڈا نصب کیا گیا۔ جس کی روشنی بہت دور دور تک پہنچتی تھی۔ منارۃ المسیح پر بھی گیس کی روشنی کی گئی۔

دروازے

کئی مقامات پر جہاں سے مہمان گذرتے تھے۔ پھول پتوں کے خوشنما دروازے بنائے گئے۔ اور خوش آمدید و خیر مقدم کے قطعات لگائے گئے۔

بیعت

جلسہ کے موقعہ پر اڑھائی سو مردوں اور سوا دو سو کے قریب عورتوں نے بیعت کی ✦

مختصر رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء

الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔ کہ جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء بخیر و عافیت بہمہ وجوہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ جلسہ گاہ حسب معمول مدرسہ تعلیم الاسلام کی گراؤنڈ میں تعمیر کی گئی۔ اور گذشتہ سال کے لگ بھگ بنائی گئی تھی۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پہلی تقریر کے وقت گنجائش کی کمی محسوس ہونے پر حضرت نے اظہار ناراضی فرمایا۔ جس پر محض خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے منتظمین نے رات کے بارہ بجے سے صبح کی اذان تک جلسہ گاہ کو سوا گنا کر دیا۔ جس پر حضرت صاحب نے دوسرے دن اظہار خوشنودی فرمایا۔

زنانہ جلسہ گاہ ایک بہت بڑے احاطہ میں اندرون قصبہ تیار کی گئی تھی۔ مگر وہ عورتوں کے لئے ناکافی ثابت ہوئی اس دفعہ ۲۳۔ دسمبر ۱۹۲۷ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تمام انتظامات کا معائنہ فرمایا اور معائنہ فرمانے کے بعد اپنے دست مبارک سے بعض افسران کو بیج باندھے۔ اور کام کے متعلق ہدایات پر ایک تقریر فرمائی۔ جو کسی آئندہ اشاعت میں شائع کی جائیگی اس کے بعد زنانہ جلسہ گاہ کا معائنہ فرمایا۔ اور تمام کارکن عورتوں میں کام کے متعلق حضرت کی ایک تقریر ہوئی۔ اس کے بعد جلسہ کا کام شروع ہو گیا۔

اس دفعہ حسب معمول سابقہ جلسہ کا انتظام دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک اندرون قصبہ جس کے منتظم اعلےٰ مولوی سرور شاہ صاحب اور نائب سید محمود اللہ شاہ صاحب بی۔ اے۔ تھے۔ دوسرے بیرون قصبہ جس کے منتظم اعلےٰ میاں عبداللہ خان صاحب خلف نواب محمد علیخاں صاحب اور نائب چوہدری غلام محمد صاحب تھے۔ ان اصحاب نے دن رات ایک کر کے تمام کام سرانجام دیا جس کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ان دونوں حلقوں کی نگرانی کا کام خاکسار کے سپرد تھا۔ جس کے ساتھ مولوی شیر علی صاحب۔ مولوی ذوالفقار علیخانصاحب۔ خانصاحب منشی فرزند علی صاحب۔ مرزا ناصر احمد صاحب نے مل کر کام کیا۔ میں ان ہر چہار اصحاب کا شکرگذار ہوں۔ کہ انہوں نے نہایت تندہی اور مستعدی سے میرا ہاتھ بٹایا

جلسہ سالانہ کے اجلاس ۲۶۔ دسمبر ۱۹۲۷ء کی صبح سے شروع ہو کر ۲۸۔ دسمبر ۱۹۲۷ء کی رات کو ختم ہوئے۔ تقریروں کی روئداد انشاء اللہ "الفضل" کے ذریعہ احباب تک پہونچ جائیں گی۔ اس سال خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے کسی قسم کا کوئی حادثہ نہیں ہوا۔ اور اس پر ہم جس قدر بھی اس کے حضور شکر گذار ہوں۔ کم ہے۔

مہمانوں کی تعداد معلوم کرنے کا کوئی خاص ذریعہ عمل میں نہیں لایا جا سکتا۔ کیونکہ علاوہ مقررہ فرودگاہوں کے بلا استثناء قادیان کے ہر احمدی کے گھر میں اور بالعموم غیر احمدیوں کے گھروں میں بھی احمدی مہمان ہوتے ہیں ہاں وہ پرچیاں جن کے ذریعہ کھانا تقسیم کیا جاتا ہے اُن کی رُو سے ۲۷۔ دسمبر ۱۹۲۷ء کی شام کو دونو حلقوں کی کل تعداد تیرہ ہزار بیس (۱۳۰۲۰) تھی عام نظروں سے اندازہ ہے۔ کہ اس دفعہ پچھلے سال سے زیادہ لوگ آئے۔

صفائی۔ آب رسانی۔ روشنی۔ کھانے وغیرہ کا انتظام ہر صورت میں گذشتہ سال سے بہتر تھا جس کے لئے میں تمام افسران اور کارکنوں اور معاونین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سواریاں بذریعہ موٹر آتی جاتی تھیں۔ موٹروں کی کل تعداد ۷۵ تھی۔ جو روزانہ پانچ پانچ چھ چھ پھیرے کر کے سواریوں کو لاتی رہیں۔ اور ہزاروں آدمی پیدل آئے۔ احباب کی واقفیت کے لئے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہمارا انتظام امرتسر سے شروع ہوتا ہے امرتسر میں ہمارے منتظم موجود رہتے ہیں۔ جو گاڑیوں کی تبدیلی میں اور ٹکٹ وغیرہ لینے میں سہولت بہم پہونچاتے ہیں۔ اس کے بعد بٹالہ میں ایک بہت بڑی جماعت افسران اور معاونین کی موجود رہتی ہے۔ جو مہمانوں کو بہت سے گھروں میں ٹھیراتے ہیں۔ ان کے اسباب کے لئے گڈوں کا انتظام کرتے ہیں۔ اُن کو موٹروں میں سوار کراتے ہیں ان کا اسباب لادتے ہیں۔ اور ہر قسم کا آرام جو مہمان کیلئے عرف عام میں ضروری ہے۔ وہ پہونچاتے ہیں۔ اس کے بعد انتظام سڑک ہے۔ سڑک پر رات کے وقت چار مختلف جگہوں میں ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے۔ تا کہ پیدل آنیوالے مہمان آگ تاپ سکیں۔ نیز حادثات کا تدارک کرنے کیلئے ہر وقت سائیکل سوار رات اور دن سڑک پر گھومتے رہتے تھے اس کے بعد قادیان کے اڈے پر استقبال ہوتا تھا۔ جہاں ہر مہمان کو اسکی فرودگاہ پر پہنچایا جاتا تھا۔ پھر فرودگاہ میں اترنے کے بعد باقی تمام صیغہ جات انتظام مکان اجرائے پرچی خوراک۔ انتظام آب رسانی۔ صفائی۔ روشنی۔ انتظام تنور۔ انتظام پکائی تقسیم روٹی۔ تقسیم سالن۔ تقسیم پکائی انتظام طبی و غیرہ وغیرہ تمام شاغلین مہمانوں کی خدمات بجا لاتی تھیں اور خدا تعالےٰ کے فضل سے کسی قسم کی کوئی تکلیف ہمارے علم میں مہمانوں کو نہیں ہوئی۔ اور انتظام گذشتہ سالوں سے بہتر ہوا۔ الحمد للہ لیکن اگر کسی مہمان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف ہوئی ہو۔ تو میں اُن سے معذرت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ معاف فرمائیں گے۔ سید محمد اسحاق۔ ناظر ضیافت قادیان

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا۔